تذکرہ آزردہ

مؤلفہ

مفتی صدرالدین آزردہ

انجمن ترقی اردو پاکستان

بابائے اردو روڈ۔ کراچی ۔۱

پیش کش

محمد احمد ترازی

تذکرۂ آزردہ

مولفہ

مفتی صدر الدین آزردہ

مرتبہ

ڈاکٹر مختار الدین احمد

انجمن ترقی اردو پاکستان
بابائے اردو روڈ - کراچی - ۱

سلسلۂ مطبوعات انجمن ترقی اردو۔ شمارہ ۳۵۶

اشاعت اول	۱۹۷۲ء
تعداد	پانچ سو
طابع	انجمن پریس۔ شو مارکیٹ کراچی
قیمت:	پانچ روپے

فہرست

مقدمہ

مفتی محمد صدر الدین خاں آزردہ کو ان کے علم و فضل اور زہد و ورع کے پیشِ نظر شاعروں کے زمرے میں شمار کرنا ان کے شایانِ شان نہیں، لیکن اس کے باوجود ان کا اپنے عہد کے مسلّم شعرا میں شمار ہوتا ہے اور ان کے معاصرین میں سے متعدد احباب ان سے معتقد بلکہ متاثر ہوئے۔

ان کا خاندان ہمیشہ علم و فضل سے مفتخر رہا۔ ان کے والد مولوی لطف اللہ کشمیری الاصل تھے۔ مفتی محمد صدر الدین کی ولادت ۱۲۰۴ھ/۱۷۸۹ء میں دلی میں ہوئی۔ "چراغ" سے تاریخِ ولادت نکلتی ہے۔ قرآن و حدیث و فقہ مولانا شاہ عبد العزیز اور مولانا عبد القادر اور شاہ محمد اسحاق سے پڑھے اور فلسفہ و منطق وغیرہ علومِ حکمیہ مولوی فضلِ امام خیرآبادی سے۔ اپنے زمانے کے رواج کے مطابق خوشنویسی کی بھی باقاعدہ مشق کی تھی اور اس میں بہادر شاہ ظفر کے شاگرد تھے۔ پھر علوم تفسیر و حدیث میں خود وہ درجۂ کمال حاصل کیا کہ سب مانتے ہیں کہ اس جامعیت کے عالم ہندوستان میں بہت ہی کم پیدا ہوتے ہیں۔ انھوں نے علمی صدقۂ جاریہ کے طور پر فیض عام کر دیا۔ شاہجہاں نے اپنے زمانۂ حکومت میں ایک مدرسہ "دار البقا"[2] کے نام سے قائم کیا تھا۔ مناسب انتظام کے فقدان اور بے توجہی کے باعث یہ ایک زمانے سے ویران حالت میں پڑا تھا۔ مفتی آزردہ نے عمارت کی مرمت کروائی اور اسے پھر سے

[1] گلشنِ بے خار: ۱۰؛ تذکرۂ علمائے ہند: ۹۳؛ حدائق الحنفیہ: ۴۸۱

[2] یہ مدرسہ جامع مسجد دلی کے جنوب مغرب کی طرف اس کوچے (شہر خاص) میں تھا، جہاں اب پبلک پارک ہے۔ مزید حالات کے لیے دیکھیے: واقعات دار الحکومت دہلی ۲: ۱۱۳

جاری کر دیا۔ اس کے تمام اخراجات اپنی جیبِ خاص سے ادا کرتے اور خود بھی طلبہ کو پڑھاتے۔ یہی نہیں، نادار اور ضرورت مند طلبہ کی ضروریات کے بھی کفیل ہوتے۔[3] اپنی علمی فضیلت اور دوسری دماغی اور روحانی خوبیوں کے باعث شاہی میں مرجعِ خاص و عام تھے۔ سلطنتِ مغلیہ کی طرف سے خطابِ خانی سے مفتخر ہوئے اور مدتوں حکومت کی طرف سے مسندِ افتا کی زینت رہے۔

جب انگریز نے اپنی سلطنت کا استحکام چاہا، تو اس نے تجویز سوچی کہ یہاں کے اہلِ وجاہت اور بااثر و رسوخ اصحاب کو انتظامِ حکومت میں شامل کرنا چاہیے، تاکہ لوگوں کی وحشت دور ہو اور ان کی نظروں میں اس کا وقار بڑھے۔ چنانچہ شخصی مقدمات فیصل کرنے کے لیے علما اور پنڈتوں کی خدمات حاصل کی گئیں۔ اسی منصوبے کے تحت مفتی صاحب بھی انگریزوں کے ملازم ہوئے۔ ان کے جرنیل سر ڈیوڈ اختر لونی کے ساتھ بہت دوستانہ تعلقات تھے اور اسے ان پر کامل اعتماد تھا۔ اسی کی سفارش اور وساطت سے یہ انگریزی ملازمت میں داخل ہوئے۔ ابتدائی زمانۂ ملازمت میں بہت دن تک اختر لونی ہی کے ساتھ اجمیر اور نیمچ چھاؤنی اور جے پور میں مقیم رہے۔ ان دنوں یہ چار سو روپیہ مشاہرہ پاتے تھے۔[4] اس کے بعد انھیں ۱۵ جون ۱۸۴۲ء کو دلی میں صدر الصدور مقرر کیا گیا۔[5]

یہ بھی ۱۸۵۷ء کے ہنگامے میں انگریزوں کے معتوب ہوئے تھے۔ الزام یہ تھا کہ تم نے بخت خان کے فتویِ جہاد پر دستخط کیے تھے۔ اس میں شک نہیں کہ انھوں نے اس فتوے کی تصدیق کی تھی؛ لیکن عام طور پر مشہور ہے[6] کہ انھوں نے دستخط کے ساتھ فتوے

[3] گلِ رعنا: ۳۲۷؛ اسی گلِ رعنا کے مؤلف مولوی عبد الحی نے اپنی عربی تالیف نزہۃ الخواطر (۷: ۲۱۱) میں لکھا ہے کہ وہ ۵۰ طلبہ کو وظیفہ دیتے تھے۔

[4] علم و عمل ۱: ۴۷

[5] آگرہ گزٹ (انگریزی) ۱۸۴۴ء، ص ۱۹۸۔ اگرچہ نام سے یہ عہدہ بہت وقیع اور شاندار معلوم ہے، لیکن فرائض کے لحاظ سے یہ کم و بیش آج کل کے سب جج کے برابر تھا۔

[6] مثلاً نقشِ آزاد: ۳۱۴-۳۱۵

پر الفاظ 'کتبت بالجبر' لکھ دیے تھے اور دانستہ نقطے نہیں ڈالے تاکہ پڑھنے والے انھیں 'کتبت بالخیر' خیال کریں۔ تقریباً چھ مہینے حوالات میں رہنے کے بعد مقدمہ چلا، تو پیشی پر عدالت نے ان سے فتوے سے متعلق دریافت کیا۔ مفتی صاحب نے جواب دیا کہ میں نے تو دستخط کرتے وقت ہی لکھ دیا تھا: 'کتبت بالجبر' یعنی مجھ سے جبر و تشدد سے دستخط کروائے جا رہے ہیں۔ اگر یہ بات درست مان لی جائے تو یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ انھوں نے دانستہ مستفتیوں کو دھوکا دیا۔ یہ بات ان کے عام کردار سے کسی طرح میل نہیں کھاتی۔ اس فتوے کی نقل اولاً قلعۂ معلی کے سرکاری جریدے 'اخبار الظفر' میں چھپی تھی اور وہیں سے یہ 'صادق الاخبار' (دہلی) میں اقتباس کیا گیا تھا۔[۳] 'صادق الاخبار' میں جو نقل چھپی ہے، اس میں ان کے دستخطوں کے ساتھ یہ 'کتبت بالجبر' کے الفاظ موجود نہیں۔ خدا جانے 'اخبار الظفر' میں کیا صورت تھی۔ لیکن بظاہر یہ بات اپنی عام شہرت کے باوجود ٹھیک نہیں معلوم ہوتی۔

بہرحال فیصلے میں جان بخشی تو ہو گئی اور رہائی پائی؛ لیکن جاداد ضبطی کے بعد نیلام ہو گئی اور ملازمت سے بھی ہاتھ دھونا پڑا۔ رہائی کے بعد یہ لاہور گئے اور سر جان لارنس سے ملاقات کی جو اس وقت پنجاب کے چیف کمشنر تھے۔ مقصود یہ تھا کہ کسی طرح کتاب خانہ جس کی قیمت تین لاکھ روپے بتائی جاتی ہے اور جو دوسرے مال اسباب کے ساتھ نیلام ہو گیا تھا، واپس مل جائے۔ سر جان لارنس ان کے پرانے ملنے والے تھے اور اپنے قیام دلی کے زمانے کی ملاقاتوں میں ان پر بہت مہربانی کرتے رہے تھے۔ مفتی صاحب چاہتے تھے کہ وہ سرکاری طور پر مداخلت کر کے کسی طرح یہ کتاب خانہ واپس دلوا دیں۔ چونکہ منقولہ جاداد، جو قانونی طور پر کسی دوسرے شخص کے قبضے میں چلی گئی ہو، اس کا بحال ہونا محال ہے، اس لیے انھیں اپنے مقصد میں کامیابی نہ ہوئی۔ البتہ اتنا فائدہ ضرور ہوا کہ سر جان کی سفارش اور کوشش سے نصف جاداد واگذاشت ہو گئی۔[۴]

زندگی کے آخری ایام بہت تنگی ترشی سے بسر ہوئے۔ لاہور سے واپسی کے بعد اولاً

۳؎ صادق الاخبار (دہلی) جلد ۲، شمارہ ۳۰، ۲۰ جولائی ۱۸۵۷ء، محفوظہ قومی دفتر خانہ ہند، نئی دہلی (مجموعہ ۳-۶)

۴؎ حدائق الحنفیہ: ۴۸۲-۴۸۳

چند برس بستی نظام الدین میں گزارے اور پھر جب اپنی حویلی واگذار ہو گئی تو اس میں اٹھ آئے اور خانہ نشین ہو گئے۔ لیکن اس زمانے میں بھی درس و تدریس کا مشغلہ ترک نہیں کیا، حالانکہ بڑی مشکل سے گذر ہوتی تھی۔[۵] آمدنی کم ہو گئی تھی اور فالج کے مریض تھے۔ دو سال اسی کشمکش میں گذرے۔ آخر ۸۱ برس کی عمر میں بروز جمعرات ۱۶ جولائی ۱۸۶۸ء (مطابق ۲۴ ربیع الاول ۱۲۸۵ھ) کو دلی میں وفات پائی اور درگاہ شاہ چراغ کے صحن میں دفن ہوئے۔ ان کے شاگرد شمس الشعرا مولوی ظہور علی ظہور نے قطعۂ تاریخ وفات لکھا:[۶]

چو مولانائے صدر الدین کہ در عصر — امام اعظم آخر زماں بود

زہے صدر الصدور نیک محضر — بعدل و داد چوں نوشیرواں بود

بروز پنجشنبہ کرد رحلت — کز ایں عالم بجائے جاوداں بود

ربیع الاول بہ بیست و چہارم — و داغش و سوئے دار الجناں بود

ظہور از بہر الافسوس آں استاد ذیقدر — پدر دارم ہمیشہ مہربان بود

چراغش ہست تاریخ ولادت

بگفتم "چراغ دو جہاں بود" (۱۲۸۵)

لاولد فوت ہوئے۔ اپنی بیوی (لاڈو بیگم) کے بھانجے محمد احسان الرحمن خان کو گود لے لیا تھا، وہی ان کے وارث ہوئے۔[۷]

اردو، فارسی، عربی تینوں پر یکساں قدرت حاصل تھی اور تینوں میں لکھتے تھے، لیکن عمر درس و تدریس کی مشغولیتوں کے باعث تصنیف و تالیف کی طرف زیادہ توجہ نہ کر سکے؛ اور جو کچھ لکھنے کا موقع ملا، بدقسمتی سے وہ بھی ۱۸۵۷ء کی افتاد میں ضائع ہو گیا۔ مختلف تذکروں میں ان کے بعض اختلافی مسائل سے متعلق دو عربی رسالوں کا نام ملتا ہے۔ پہلا منتہی المقال فی شرح حدیث لا تشد الرحال ہے، جو زیارت قبور کا مسئلہ شروع

۵؎ حدائق الحنفیہ: ۴۸۳-۴۸۴

۶؎ تذکرہ علمائے ہند، ۹۵؛ حدائق الحنفیہ: ۴۸۴

۷؎ آج کل (فروری ۱۹۵۲ء): ۲۸

سے فقہا کے درمیان وجہِ نزاع رہا ہے۔ امام ابن تیمیہ اور ابن حزم نے حدیث "لاتشد الرحال الا الی ثلاثۃ مساجد"[۱۲] کی شرح میں قبورِ انبیا و اولیا کی زیارت کے لیے خاص طور پر عزمِ سفر کو حرام قرار دیا ہے۔ کئی فقہا اور محدثینِ شافعیہ مثلاً ابنِ حجر مکی اور تقی سبکی اور قسطلانی وغیرہ نے ان کی تردید کی ہے۔ مفتی صاحب بھی اسی آخری گروہ کے ہمنوا ہیں۔ دوسرا رسالہ "در المنضود فی حکم امرأۃ المفقود"[۱۳] ہے۔ شاید کچھ فتوے بھی منتشر حالت میں ہیں۔[۱۴] ان کے اردو شعرا کے تذکرے سے متعلق تفصیل سے آگے لکھا جا رہا ہے۔

اردو کلام غالباً شروع میں چند دن نصیر دہلوی کو دکھایا تھا۔ ان کے بعد رحمت اللہ مجرم اکبر آبادی اور میر نظام الدین ممنون سے اصلاح لی۔ افسوس! یہ سارا ذخیرہ شورش کے ایام میں برباد ہوگیا! اور اس کے بعد جو حالات رہے، ظاہر ہے کہ ان میں شعر گوئی کی کہاں سوجھ ہو سکتی تھی۔ لیکن اِدھر اُدھر تذکروں میں جو چند غزلیں ملتی ہیں، ان سے معلوم ہوتا ہے کہ طبیعت رسا پائی تھی اور غزل خوب کہتے تھے۔ ان کے بعض شعر شہرت کے باعث کم و بیش ضرب المثل کا درجہ حاصل کر چکے ہیں:

یہ عمر اور عشق ہے آزردہ! جائے شرم / حضرت! یہ باتیں پھبتی ہیں عہدِ شباب میں

مختصر حال چشم و دل یہ ہے / اس کو آرام، اس کو خواب نہیں

اے دل! تمام نفع ہے سودائے عشق میں / اک جان کا زیاں ہے، سو ایسا زیاں نہیں

کل اس فرقۂ زہاد سے اٹھا نہ کوئی / کچھ ہوئے تو یہی رندانِ قدح خوار ہوئے

صاف اور سلیس زبان میں اظہارِ خیالات ان کا طرۂ امتیاز ہے۔ تعقید اور ثقالت ان کے ہاں برائے نام بھی نہیں۔ نہ صرف اپنے ہاں بلکہ دوسروں کے بھی وہی شعر پسند کرتے

[۱۲] متفق علیہ حدیث ہے۔ متن کے لیے دیکھیے: بخاری، کتاب الصلاۃ فی مسجد مکۃ؛ مسلم، کتاب الحج۔ کئی دوسرے مجموعوں میں بھی ملتی ہے۔

[۱۳] مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم نے ایک جگہ لکھا ہے کہ یہ دونوں رسالے میری نظر سے گزرے ہیں۔ (نقشِ آزاد: ۳۱۳) لیکن کسی کتاب خانے کی فہرست میں ان کے کسی نسخے سے متعلق کوئی اطلاع دیکھنے میں نہیں آئی۔

[۱۴] حدائق الحنفیہ: ۴۸۲-۴۸۳

جو آسان اور رواں ہوتے یا جن میں کوئی جدت کا پہلو ہوتا۔ روایت[۱۵] ہے کہ کسی نے ان کے سامنے غالب کی تعریف کی۔ چیں بجبیں ہو کر کہا: "بہت مشکل کہتا ہے۔" پھر خود ہی زانو پر ہاتھ مار کر کہنے لگے: "ہائے! اچھا کہتا ہے تو ایسا کہتا ہے:

گما سمجھ کے وہ چپ تھا، مری جو شامت آئے
اٹھا اور اٹھ کے قدم میں نے پاسباں کے لیے

حالی نے بھی اسی طرح کا واقعہ بیان کیا ہے[۱۶]:

ایک روز مولانا آزردہ مرحوم کے روبرو کسی نے (مرزا غالب کا) یہ شعر پڑھا:

لاکھوں لگاؤ، ایک چرانا نگاہ کا
لاکھوں بناؤ، ایک بگڑنا عتاب میں

چونکہ مولانا بہت صاف اور سریع الفہم اشعار کو پسند کرتے تھے، اس لیے مرزا کا کلام سن کر اکثر الجھتے تھے اور ان کی طرز کو ہمیشہ نام رکھتے تھے مگر اس روز اس شعر کو سن کر وجد کرنے لگے اور متعجب ہو کر پوچھا یہ کس کا شعر ہے؟ کہا گیا کہ مرزا غالب کا۔ چونکہ وہ مرزا کے کسی شعر کی کبھی تعریف نہیں کرتے تھے اور اس روز لاعلمی میں بے ساختہ ان کے منہ سے تعریف نکل گئی تھی، غالب کا نام سن کر بطور مزاح کے جیسی کہ ان کی عادت تھی، فرمایا: "اس میں مرزا کی کیا تعریف ہے؟ یہ تو خاص ہماری طرز کا شعر ہے۔"

ان واقعات سے نہ صرف ان کے رجحانِ طبع پر روشنی پڑتی ہے بلکہ ان کے معیارِ تنقید کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔ اس سے خیال ہوتا ہے کہ خود ان کا کلام کس رنگ کا ہوگا۔ مختلف تذکروں میں ان کے تقریباً ڈیڑھ سو اشعار ملتے ہیں۔ انھیں میں سے چند ملاحظہ کیجیے:

اس دردِ جدائی سے کہیں جان نکل جائے / آزردہ! مرے حق میں ذرا تو بھی دعا کر

یہ کہہ کے رخنہ ڈالیے ان کے حجاب میں / اچھے برے کا حال کھلے کیا نقاب میں

میں اور ذوقِ بادہ کشی لے گئیں مجھے / یہ کم نگاہیاں تری بزمِ شراب میں

[۱۵] خمخانۂ جاوید ۱: ۵۵-۵۶

[۱۶] یادگارِ غالب: ۱۳۲-۱۳۳

دامن اس کا تو بھلا دور ہے ہاں دستِ جنوں — کیوں ہے بیکار گریباں تو مرا دور نہیں

ناز و نگہ، روش، ابھی لاگو ہیں جان کے — ہے کون ادا وہ تیری کہ جو جاں ستاں نہیں

اچھا ہوا نکل گئی آہِ حزیں کے ساتھ — اک قہر تھی بلا تھی قیامت تھی، جاں نہیں

ملنا تمہارا غیر سے ہو جو بہرِ مصلحت — ہم کو تو سادگی سے تری یہ گماں نہیں

آزردہ! ہوش تک نہ رہا اس کے روبرو — مانا کہ آپ سا کوئی جادو بیاں نہیں

ہزار شیوہ ہیں پنہاں کہ جی ہی جانے ہے — تری نگہ کا تغافل ہی اک جواب نہیں

اسی کی سی کہنے لگے اہلِ حشر — کہیں پرسشِ دادخواہاں نہیں

ناصح! یہاں یہ فکر کہ سینہ بھی چاک ہو — ہے فکر تجھ کو گریباں کے چاک ہیں

صبح بے آئینہ اس بت کو دکھایا ہم نے — رات اغیار سے ملنے کے جو انکار ہوئے

متبسم ہی تو بولا، آپ جو کیسے سچ ہے — رات جھگڑے تو بھی پر سرِ بازار ہوئے!

اسی سے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ اگر سارا کلام محفوظ رہ گیا ہوتا، تو اس کا انتخاب کس پایے کا ہوتا۔

ان کے معاصرین میں احسان اور نصیر کے ہاں الا ماشاء اللہ کلیۃً زبان و بیان پر توجہ تھی جو اس زمانے کا عام انداز تھا۔ ممنون نے اسلوبِ سخن بدلا اور نئی راہ نکالی۔ لیکن اسی عہد میں اور ممنون ہی کے شاگرد آزردہ کے کلام میں ہمیں پہلی مرتبہ بھرپور داخلیت کے آثار ملتے ہیں۔ ان کے یہاں زبان سے گذر کر دل کی بات کہنے کی کوشش پائی جاتی ہے۔

لیکن آزردہ کی اہمیت بس اتنی ہی نہیں ہے۔

وہ دلی کے عمائد میں سے تھے اور مسلم الثبوت استادِ سخن۔ دلی کے اور باہر کے بھی بیشتر شعراء ان کے ذاتی مداح تھے اور یہ سب اصحاب ان کے پایۂ سخن سنجی کے معترف تھے۔ انسانی فطرت کا یہ اقتضا ہے کہ ہر ایک اپنے ہم چشموں اور حریفوں کے سامنے ہمیشہ خوب سے خوب تر بن کر آنا چاہتا ہے اور اس کے لیے وہ پوری کوشش اور جد و جہد کرتا ہے۔ خیال کیا جا سکتا ہے کہ جو شاعر حضرات آزردہ کے ملنے والے تھے اور اکثر ان کی

مجلسوں میں شریک ہوتے تھے، وہ کس حد تک ان کے رنگِ سخن اور ان کی تنقید سے متاثر اور مستفید ہوئے ہوں گے۔

اپنے زمانے کے تمام بڑے بڑے علماء، عمائد، شعراء و ادبا سے ان کے دوستانہ اور عزیزانہ تعلقات تھے۔ ان میں سے کئی تو ان کے شاگرد تھے مثلاً سر سید احمد خان، نواب صدیق حسن خان (بھوپال)، نواب یوسف علی خان (رامپور)، مولوی محمد قاسم نانوتوی، مولوی خیر الدین (والد مولانا ابوالکلام آزاد)، مولوی رشید احمد گنگوہی اور کتنے ہی اور مشاہیر ان کے شاگرد رہے۔

کئی شاعروں نے ان کی مدح میں قصیدے لکھے ہیں۔ غالب کا قصیدہ ان کے کلیاتِ فارسی میں موجود ہے۔

مولانا صدر الدین آزردہ کے تذکرۂ شعرا تصنیف کرنے کا ذکر ہمیں صرف شیفتہ کے ہاں ملتا ہے۔ سودا کے ترجمے میں استطراداً لکھتے ہیں:

"اشعارِ منتخب ایشاں (سودا) باید تحریر کرد، پر رتبت عالی و مکانت فخیم جلوۂ ظہور گرفتہ و یدل علی ذالک ما قال شرف الافاضل فخر الاماثل قدوۃ المحققین مولانا محمد صدر الدین المتخلص بہ آزردہ در تذکرۂ خود کہ بایجاز و اختصار تمام در حالِ اربابِ نظمِ ریختہ نوشتہ است تحتِ ترجمۂ میر تقی المتخلص بہ میر در شرحِ کلام وے حیث قال پستش اگرچہ اندک پست است، اما بلندش بسیار بلند۔"

اس سے معلوم ہوا کہ آزردہ نے ایک تذکرۂ شعرائے اردو بھی مرتب کیا تھا، لیکن اور کسی نے اس سے استفادے کا ذکر نہیں کیا۔ بظاہر یہ ضائع ہو گیا۔ لالہ سری رام نے بھی لکھا ہے:[۱۵]

"ایک تذکرۂ شعرائے ریختہ ان کی یادگار ہے، مگر نایاب ہے۔"

حسنِ اتفاق سے اس تذکرے کے ابتدائی ۲۴ صفحات کا ایک خطی نسخہ کسی طرح کورپس کرسٹی کالج، کیمبرج (انگلستان) کے کتب خانے میں پہنچ گیا (مخطوطہ نمبر ۱۵۰) اور یوں دستبردِ زمانہ سے

---

[۱۴] گلشنِ بیخار: ۱۰۰

[۱۵] خمخانۂ جاوید [illegible]

محفوظ رہ گیا۔ اسی کے عکس سے یہ متن مرتب کرکے ہدیۂ ناظرین کیا جا رہا ہے۔

اصل نسخے کا صفحہ اول سادہ ہے اور تذکرہ صفحہ ۲ سے شروع ہوتا ہے۔ اوپر کے حصے میں پہلے ایک سطر میں الفاظ "یا فتاح" بطور عنوان لکھے ہیں، اور ان کے نیچے الگ سطر میں بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ہر سطر ۱۵ سطری ہے اور پورے نسخے میں کہیں اس سے تجاوز نہیں ملتا۔

کاتب سے متعلق اگر کہا جائے کہ وہ غلط نویس ہے، تو یہ بھی اس کی تعریف ہوگی۔ وہ کسی عیب کے ارتکاب میں کوتاہی نہیں کرتا۔ نقطوں اور مرکزوں کا ساقط ہو جانا تو عام دیکھا گیا ہے، لیکن اس کے ہاں تو غلط املا، عبارت کا ترک کر جانا یا اپنی طرف سے اضافہ کر دینا، کسی لفظ کا ایک حصہ چھوڑ دینا یا اس میں کوئی حرف بڑھا دینا، صحیح لفظ کی جگہ غلط لفظ، لفظ کو توڑ کر آدھا ایک سطر کے آخر میں اور بقیہ اگلی سطر کے شروع میں لکھنا۔ غرض یہ سب کچھ اور کچھ اس سے بھی زیادہ اس کے لیے معمولی سی بات ہے۔ اس لیے متن کی قرأت میں جو کھکھیڑ اٹھانا پڑی ہے، اب اس کا کیا ذکر:

دلِ من داند و من دانم و داند دلِ من

بہرحال اگرچہ پورا اطمینان اب بھی نہیں ہے، لیکن حتی الوسع صحیح ترین متن پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

یوں خیال ہوتا ہے کہ یہ تذکرہ بہت رواروی میں مرتب ہوا تھا۔ اس کا زمانۂ تصنیف بھی ان کی نسبتۂ ناتجربہ کاری کا زمانہ ہے۔ بعض داخلی شہادتوں سے کچھ حدود متعین کیے جا سکتے ہیں۔ تذکرے سے متعدد شعرا سے متعلق معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ اس کی تالیف کے وقت زندہ تھے یا فوت ہو چکے تھے۔ مثلاً

ذوق زندہ تھے: ان کی وفات صفر ۱۲۷۱ھ/ نومبر ۱۸۵۴ء میں ہوئی۔

رنگین زندہ تھے: انھوں نے جمادی الثانی ۱۲۵۱ھ/ اکتوبر ۱۸۳۵ء میں رحلت کی۔

سرور زندہ تھے: یہ ۱۲۵۰ھ/ ۱۸۳۴-۱۸۳۵ء میں فوت ہوئے۔

احسان زندہ تھے: ان کا ۱۲۶۷ھ/ ۱۸۵۱ء میں انتقال ہوا۔

انشا پر جنون کا حملہ ہو چکا تھا: انشا ۱۲۳۳ھ/ ۱۸۱۸-۱۸۱۹ء میں رہگرائے عالم جاودانی ہوئے۔

سوز فوت ہو چکے تھے: ان کی وفات ۱۲۱۳ھ/ ۱۷۹۸-۱۷۹۹ء میں ہوئی۔

سلیمان شکوہ زندہ تھے: یہ فروری ۱۸۳۸ء میں جنت کو سدھارے۔

ظفر ہنوز ولی عہد تھے: یہ جہانگیر کی وفات (۱۲۳۶ھ/ ۱۸۲۱ء) کے بعد ولی عہد ہوئے اور ۱۲۵۳ھ/ ۱۸۳۷ء میں تخت پر بیٹھے۔

اسی طرح اور بھی کئی تاریخوں سے متعلق استنباط کیا جا سکتا ہے۔

ان سب میں سے ہمارے لیے مفید ترین اطلاع انشا سے متعلق ہے۔ اگرچہ مصحفی کی کہی ہوئی تاریخ سے ۱۲۳۲ھ نکلتے ہیں، لیکن انشا کا انتقال غالباً ۱۲۳۳ھ میں ہوا، جیسا کہ ان کے شاگرد بسنت سنگھ نشاط کی تاریخ سے ظاہر ہے۔ نشاط نے کہا تھا:

سال تاریخ از جبانِ اجل   عرفی وقت بود انشا گفت

اس میں جانِ اجل یعنی ج کے (۳) عدد کا تعمیہ ہے، جس کے عرفی بود انشا (۱۲۳۰) پر اضافہ کرنے سے ۱۲۳۳ حاصل ہوتے ہیں۔[۱۵]

متعدد تذکرہ نویسوں نے لکھا ہے کہ سعادت علی خان کے معتوب ہونے کے بعد انشا مجنون ہو گئے تھے اور اسی حالت میں ان کا انتقال ہوا۔ کسی نے صراحت سے یہ نہیں لکھا کہ وہ کب معتوب ہوئے اور کب ان پر جنون کا حملہ ہوا۔ لیکن عبدالقادر چیف نے اپنے سفر لکھنؤ اور وہاں انشا سے ملاقات کا سال ۱۲۲۹ھ لکھا ہے[۱۶]۔ اس وقت ان کی تندرستی یقیناً ٹھیک تھی۔ اس سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ نواب وزیر سے تعلقات اس کے بعد کشیدہ ہوئے، جس کا ان کی صحت پر افسوسناک اثر ہوا اور وہ اپنا دماغی توازن کھو بیٹھے۔ یہ صورتِ حال ان کی وفات تک قائم رہی۔

اس سے استدلال کیا جا سکتا ہے کہ آفندہ نے یہ تذکرہ ۱۲۲۹ھ اور ۱۲۳۳ھ کے

---

۱۵ اس تاریخ کو ترجیح اسی لیے ہے کہ یہ تاریخ کامل نہیں تھی بلکہ اس میں تین کے تعمیے کی ضرورت پیش آئی۔ اگر ۱۲۳۲ھ تاریخ ٹھیک ہوتی تو شاعر آسانی سے دو کا تعمیہ کر سکتا تھا۔

۱۶ دستور الفصاحت [illegible]

درمیانی زمانے میں مرتب کیا تھا جب کہ ان کی عمر ۲۵ - ۳۰ سال کی تھی۔

حقیقت یہ ہے کہ بقول شیفتہؔ ایجاز و اختصار کی صفات اپنی جگہ، لیکن اس تذکرے سے کسی جگہ بھی ہمارے علم میں کچھ اضافہ نہیں ہوتا، بلکہ غائر مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ آزردہ نے اس کی ترتیب و تالیف میں مصحفی کے تذکرۂ ہندی اور قائم کے مرتبہ مجموعۂ نغز پر انحصار کیا ہے، اور ستم یہ کیا ہے کہ جہاں ان دونوں تذکروں میں مزید معلومات بھی موجود تھیں انھیں نظری کر دیا ہے۔ بیشتر مقامات پر فقط ترتیب واقعات ہی ان دونوں تذکروں کے مطابق نہیں، بلکہ الفاظ و تراکیب بھی یکساں ہیں۔ بہت شاذ صورتوں میں انتخاب اشعار بھی ان دونوں مآخذ کے علاوہ کسی اور جگہ سے ہے۔ یہی بات فہرست شعرا سے متعلق بھی کہی جا سکتی ہے۔ ان دونوں تذکروں کے بعد کسی حد تک عمدۂ منتخبہ (سرور) اور معیار الشعرا (ذکا) سے استفادے کے آثار بھی ملتے ہیں۔

تذکرے سے کسی خاص تنقیدی شعور کا بھی پتا نہیں چلتا۔ بیشتر شعرا کے لیے مروّج ترکیبیں استعمال کی گئی ہیں: اشعار بامزہ و خوش ادا (احسان)؛ طبیعتے ہموار (اسدم)؛ نہایت بامزہ حرف میزند (آشفتہ)؛ طبعش خالی از لطافت نیست (ادباش)؛ فکرش بلیغ و نطقش فصیح (برکت)؛ اشعار بلند مرتبہ (بقا)؛ اشعار خوب و دلفریب (بیان) وغیرہ۔ ظاہر ہے کہ اس سے نہ خود مصنف کا کوئی معیارِ تنقید قائم ہوتا ہے، نہ شاعر کے کلام کی کسی خصوصیت کا اظہار ہوتا ہے۔ دیکھا جائے تو یہ رسمی تنقید و تعریف صرف ہمارے مشرقی تہذیب و تمدن کی وضعداری کا مظاہرہ ہے اور بس۔ دو مقامات پر البتہ ایسے فقرے ملتے ہیں، جن سے آزردہ کی آزادہ روی کا کچھ نقش ابھرتا ہے۔ میر محمدی بیدار کے حالات میں لکھتے ہیں: گاہ گاہ اشعار خوب ہم از وے سر زدہ۔ دوسری جگہ نظر کے تذکرے میں ایک فقرہ ہے: اشعار بسیار دارد، گاہے ابیات درست هم از طبعش سر میزند۔ یقین سے کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ اس دوسرے اقتباس میں لفظ "درست" ٹھیک ہے یا نہیں۔ ہو سکتا ہے کہ غلط نویس کاتب نے کسی اور لفظ کی جگہ اسے لکھ دیا ہو۔ اس پر ان کی اس رائے کا بھی اضافہ کر لیجیے، جو شیفتہؔ نے گلشن بیخار میں میرؔ سے متعلق

نقل کی ہے[1]: "کو پستش اگرچہ اندک پست است اما بلندش بسیار بلند"۔ تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی پسند و ناپسند اور بلند و پست کا معیار کیا رخ اختیار کر رہا ہے۔

حواشی میں تفصیل کی بجائے اختصار کے اصول پر عمل رہا ہے۔ دونوں آخذ تذکروں۔ تذکرۂ ہندی اور مجموعۂ نغز سے جملہ اضافی معلومات دی گئی ہیں۔ ضروری کوائف بعض دوسری جگہوں سے بھی جمع کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ مقصود یہ تھا کہ صرف بنیادی حالات یکجا ہو جائیں؛ اور قاری کی واقفیت عامہ پر اعتماد کیا جائے۔ یہی اصول اشعار سے متعلق بھی رہا ہے البتہ اس میں مطبوعہ دیوان کے اختلاف نسخ کو ترجیح دی گئی ہے۔ جن شعرا کے تراجم تذکرے میں آتے ہیں، ان میں سے بہت کم کے دیوان شائع ہوئے ہیں اور بعض کے تو ایک ہی مرتبہ شائع ہوئے، اور اب آسانی سے مہیا بھی نہیں ہوتے۔ تاہم خیال یہ ہے کہ دیوان کی روایت آخری اور شاعر کی مصدقہ ہوگی۔

اغلاط کی ہر جگہ نشاندہی نہیں کی گئی ہے کہ وہ حد و شمار سے باہر تھیں۔ متن یا اشعار میں اگر کہیں اضافہ کیا گیا ہے، تو اسے قوسین کے ذریعے سے نمایاں کر دیا ہے۔

---

[1] گلشن بیخار: ۱۰۱

فہرست شعرا

تذکرہ صدر الدین آزردہ

یا فتاح

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پس از حمد ایزد بیچون و نعتِ سرورِ انبیا و منقبتِ مرتضیٰ و آلِ او
گوید بندۂ مسکین محمد صدر الدین کہ ایں تذکرہ ایست مختصر، در
حالِ ریختہ گویانِ ہند و اشعارِ منتخبِ آنہا کہ اصرارِ بعضے
از دوستان ناگزیر، بخلتے ایں کج مج زبان، ژولیدہ بیان را
از اشتغالِ عالیہ در تحریرِ ایں عجالہ بازداشتہ، التزام آں گرفتہ
کہ حالِ مشاہیرِ ریختہ گویانِ ہند و اساتذۂ قرار دادۂ عصر بالکلیہ،
چہ از احیا و چہ اموات، با اشعارے کہ با سلیقہ، ایں ہیچمدان راست
نماید، دریں اوراق درج کند و جز آنہا اگر شعرے ہیچ یکے خاطر پسند
و مطبوع افتد، حوالۂ قلم نماید۔ از خدا امید استوار است کہ
مقبولِ سخن فہمانِ با انصاف گردد۔ واللہ المستعان۔

حرف الالف

۱ — اثر

اثر تخلص سید محمد میرؒ برادرِ کوچک حضرت خواجہ میر متخلص بہ دردؔ علیہ الرحمۃ سید والاشان
کامل حسب، عالی فطرت، صافی طینت، صاحبِ نسبتِ حال و قال بودہ و بخدمتِ برادرِ بزرگ
خود استفاضۂ حال و کمال نمودہ۔ نظمش در غایتِ پاکیزگی و روانی است، از اشعارِ آبدارِ
اوست در غزلیاتِ فصاحت آیاتش:

کب کب آتا ہے اثر کیوں تجھے ننگ آتا ہے
آ نکلتا ہے کبھو شوخی سے جو تنگ آتا ہے

کب کب تری گلی میں ہم بے قرار آئے
سو بار جی نے چاہا جب ایک بار آئے

بے وفا تیری کچھ ہمنشیں تقصیر
مجھکو میری وفا ہی راس نہیں

یوں خدا کی خدائی برحق ہے
پر ہمیں تو اثر کی آس نہیں

کر دیا کچھ سے کچھ ترے غم نے
اب جو دیکھا تو وہ اثر ہی نہیں

مر تو چکے کہاں تلک اب درگزر کریں
یا ہم نہیں اس آہ میں یا آسماں نہیں

سخت ناچار ہے تقدیر کے ہاتھوں بندہ
ورنہ یوں باز رہوں تیری ملاقات سے میں

دوست ہوتا جو وہ تو کیا ہوتا
دشمنی پر تو پیار آتا ہے

---

۲ — احسان

احسان تخلص حافظ عبد الرحمانؒ خلفِ غلام رسولؒ پیش امام حضورِ والا۔ بغایت خوش
طبیعت، درست فکرت، نیکو خلق آمدہ، و نہایت اہلیت و آدمیت با اوست۔ از مدتہا بر سر
مشقِ غزلہائے ریختہ گزاری است۔ اشعارِ ریختہ با مزہ خوش ادا بسیار دارد از وست:

یہاں مجھے تو نصیحت کو ہیں بھی موجود
وہاں تو ہوش کسو کا بجا نہیں رہتا

کچھ سانس رکا آ رہا ہے رہ رہ کے یہ ڈر ہے
قاصد نہ کہیں راہ میں کمبخت رکا ہو

ورنہ بھی لگا آنے مرے طرف کی خاطر
اے آتشِ دل اب تو ترا اس سے سوا ہو

جنت میں جسکو اس کی گلی سے ہیں لے چلے — کیا جانیے کہ مجھ سے گئے آہ کیا ہوا!

زلفیں دھواں ہیں احسن جسکو کا پری ہے چال — کیا سر سے پاؤں تک وہ طرحدار گرم ہے

محو رکھا ادا نے ہیں عاشق کے مانے والے! — عرشِ اعظم کے یہ پائے ہیں ہلانے والے

دل وہ شمع ہے اپنا (ہے) یہ کہہ دو حضرت! — چھوڑ رکھے یہاں کے ہیں مگر رود کے جلانے والے

کیا جانوں عشق کیسے اپنی گلوں نے احساں! — یک آگ کا سا شعلہ دل کو لگا دیا ہے

۳ــ احسن

[ص ۴]
احسن تخلص میرزا احسن علی، در شعر شاگرد میرزا رفیع است۔ او دے در سرکار نواب وزیر الممالک در سلکِ شعرا انتظام داشتہ۔ از وست:

"گرشے از جائیں گے سینہ میں جگر کے احسن! — تیرے نالوں کا کوئی دل جو یہ انداز رہا

کل عجب طرح سے تڑپے تھا تیرے کوچے میں — دیکھ کر حال کو احسن رکے ابھر آئیں آنکھیں

۴ــ اسد

اسد تخلص میر امانی از شاگردانِ میرزا رفیع تخلص بہ سودا، فی الجملہ جیتے ہموار داشتہ۔ از وست:

زلفیں ہی دیکھ کر نہ تجلی رات ہو گئی — مکھڑا جو کھل گیا تو سحر رات ہو گئی

جوں توں اسد کو مائے تھے اس کی گلی سے ہم — خانہ خراب راہ میں آ کر مچل گیا

بزمِ جہاں ہو بام ہو خلوت ہو جہر تو میں — کافر ہوں گر وہاں میں خدا کا بھی ڈر کروں

کبھو تو پھر نظر آ جا کہ تیرے وعدہ پر — رکھا ہے جان کو میں تھام تھام آنکھوں میں

۵ــ آشفتہ

[ص ۵]
آشفتہ تخلص میرزا رضا قلی فرزند حکیم محمد شفیع، در شعر شاگرد میر سوز است۔ نہایت با مزہ حرف می زند۔ از وست:

ہمیشہ آگ نکلتی ہے میرے سینے سے — الٰہی مرت دے اگر ایسے جینے سے

چلا ہے کعبہ کو آشفتہ پارسا بن کر — خدا جو بیچے جھگڑے اسے خراب کرے

غصہ میں اوس شوخ سے رات میں رشتہ توڑ لیا — پھر اوس کے جب چلا تو کبھی پکڑ لیا

۶ــ آشفتہ

آشفتہ تخلص بعورے خان قوم افغان وے در شعر شاگرد میر محمدی مائل است۔ از مردمِ خوبِ زمانہ است۔ از وست:

تمام رات رہی گھلی ستاروں سے — خلافِ وعدہ تعجب ہے دوستداروں سے

۷ــ امین

امین تخلص میر محمد امین گویند کہ سید زادہ (بود) در بنارس۔ زیادہ حقیقت حال او ظاہر نیست۔ از وست:

دل سے کہہ دو کہ آہ سرد کے ساتھ — ٹھنڈے ٹھنڈے چلے تو چل نکلے

۸ــ انشا

انشا تخلص حکیم محمد انشاء اللہ خان خلف میر ماشاء اللہ خان، اصلش از نجف اشرف و مولد و منشاء وے مرشد آباد۔ بسیار خوش طبع آمدہ، بذلہ سنج، حاضر جواب، ہزال مزاج، معرکہ آراست و از نہایت فکرت و قوت و قدرتِ سخندانی، و از علوم متداولہ ہم فی الجملہ حظے برداشتہ۔ در اکثر السنہ فکر شعری کردہ۔ اگرچہ اشعار درد آلود از طبش کمتر زند، اما آنچہ گفتہ بنہایت خوب گفتہ۔ در عہدِ نواب ذوالفقار الدولہ مدتہا در شاہجہاں آباد بسر کردہ، باز بہ لکھنؤ رفتہ۔ دریں ایام معزول شدہ کہ جنون درگرفتہ۔ از وست:

[ص ۶] نظر آیا تھا ہم کو آج اک چھلیلیں والا — بجھو کا برق شعلہ نور کا آتش کا پرکالا

کہتے ہیں اثر ہیگا گریہ میں اے میں باتیں
ایک دن بھی نہ یار آیا روتے ہی کٹیں راتیں

۱۹۔ تاب

تاب تخلص جناب رائے از قوم پنڈت ست۔ خوش فکر، گاہ گاہ اشعار خود بملاحظۂ راقم حروف در آوردہ۔ از وست:

قاصد جی میں خط غلامی تجھے لکھ دوں — وہ آئے تو ذرا جو کہے تو خبر ایسی
کھا رہ شمع زلف سیہ فام وہ کا فرا — کیا رنگ ہے کوئی شب ایسی سحر ایسی
یا تک ذرا شمع مار ان مجھے اتنا — یا چلنے دے رکھا دے دیکھا ایسا گھر ایسی
رو جائے سیاہ بخت آ اوس کے سر نے — پھر آن پڑی ہے ترے بیمار پر ایسی

۲۰۔ تجلی

تجلی تخلص میر محمد حسین المعروف بہ میاں حاجی نور باصرۂ میر محمد حسین کلیم، ہمشیرہ زادۂ میر محمد تقی، شاعر پیشہ و درست اندیشہ بہ عرضہ آمدہ۔ از وست: [ص ۱۰]

کا بیکو درد دل اور تو بیمار ہوتا ہے — اور جو ہوتا ہے تو وہ دشمن جاں ہوتا ہے
ہائے آیا نہ وہ خورشید لب بام کبھو — صحبت اک عمر رہی سایۂ دیوار کے ساتھ
جب رات تھی دراز ملاقات کم ہوئی — ملنے کے دن جو آئے تو اب رات کم ہوئی

۲۱۔ تجمل

تجمل تخلص شخصے متوطن لکھنؤ۔ اشعار با مزہ [illegible] دارد۔ از وست:

جس کے گھر کے یہ ہیں [illegible]
اور تجھے اور مجھے مرے آخر [illegible]

۲۲۔ تحیر

تحیر تخلص میاں محمد مشتاق ولد قدوۃ المحققین سید الکاملین حضرت شاہ رفیع الدین رفع اللہ درجتہ فی اعلیٰ علیین، مردے خوش طبع، متصف بعزت و اہلیت است؛ و از علوم رسمی معارف خاندانی خود حصۂ یافتہ، اما طبعش با فن شعر مناسب، از شاگردان میر نظام الدین ممنون ست:

تکرار طفلاں کو ہے سنگ اوٹھانے کی — آمد آمد ہوئی شاید ترے دیوانے کی

۲۳۔ تسلی

تسلی تخلص بیارام پسر گوپال رائے بخشی فوج نواب وزیر الممالک۔ مولدش لکھنؤ۔ خوش حرف می زند۔ از وست:

آنکھیں سحر تلک مری در سے لگی رہیں — کیا پوچھتے ہو حال شب انتظار کا؟
ابھی اس امتحان میں کچھ ہے؟ — فائدہ امتحان میں کیا کچھ ہے؟

۲۴۔ تسکین

تسکین تخلص سعادت علی شاگرد میر قمر الدین منت، خوش گو، درست مقال بودہ او رفت

حال اگر کہیے تو وہ ہم سے ستم کرتا ہے — اور چپ رہیے تو مشکل ہے کہ دم رکتا ہے
[ص ۱۱] کس کا گھر ہے یہ یارب انہیں معلوم نہیں — خود بخود جہاں کے پیچھے اڑی قدم رکتا ہے

۲۵۔ تصور

تصور تخلص شخصے سید حیدر علی نام، شاگرد جرأت، باشندۂ قصبہ پھلور است، زیادہ از حالش اطلاع ندارد۔ از وست:

رہ گئے کر کے موقوف کرے ہیں مرتے تھے — جب تلک دل تسلی کو دل آرے چلا آوے
لگ جائے تصور کے گلے آکے وہ بت آج — اللہ کرے اوس کی یہ امید بر آوے

کون سی بات تری ہم سے اوٹھائی نہ گئی — پر جفا جو! یہ تری نت کی لڑائی نہ گئی

قصد ہر چند کیا کھینچنے کا جبل نے — سختی ناز کی مرے (اوس سے) اوٹھائی نہ گئی

حرف الحاء المہملہ

۳۵ — حاتم

حاتم تخلص شیخ ظہور الدین المشہور بشاہ حاتم۔ مولد و منشاء او شاہجہان آباد و مرد درویش خلیق و (؟) نہاد و بے تعلق و وارستہ مزاج بود۔ در محاذی قلعہ دار الخلافہ تکیہ ساختہ بود (و) شاگردان بسیار داشت۔ گویند کہ در بدایت حال مرزا رفیع ہم استفادۂ شعر از ایشان کردہ (العہدۃ علی الراوی)۔ او راست:

تم تو بیٹھے ہوئے پر آفت ہو — اٹھ کھڑے ہو تو کیا قیامت ہو!

حاتم کے بن اشارے ہیچ کہ یہ چشم و ابرو — کس پر چڑھائیاں ہیں کس سے لڑائیاں ہیں

نیتوں سے سنا ہے ہم نے اے حاتم! — مزا جینے کا مر جانے میں دیکھا

ہاتھ مت کھینچ! جنوں تجھ کو مرے سر کی قسم — ایک جب تلک بھی ثابت ہے تار گریباں رکھ اونچ

چڑھایا آسماں پہ ہم کو آخر خاکساری نے — بگولے کی طرح گو خانماں برباد رکھتے (رہی)

---

۳۶ — حجّام

حجام تخلص عنایت اللہ المشہور بہ کلو۔ مولد او قصبہ سہارنپور، مدتہا در شاہجہان آباد بسر تراشی معاش می کردہ۔ از اشعارش این دو بیت بغایت دلپذیر راقم حروف افتادہ، او راست:

ہے جی میں تمنا کریں (اللہ) آنکھوں سے پوچھیے — بچے نہیں کس واسطے بیمار تمھارے؟

اوس کاوش مژگاں کا گلہ مجھ سے عبث ہے — اے آنکھو! یہ بوئے ہوئے ہیں خار تمھارے

دیکھو عاشق کی ترے رسوائیاں — عشق کی یاروں نے قسمیں کھائیاں

ایک روز نصیبوں سے کہیں وہاں بیٹھیں — پھر سر ہے مرا اور در (و) دیوار تمھارے

۳۷ — حزیں

حزیں تخلص شیخ محمد علی۔ در شعر شاگرد میرزا جانجاناں مظہر علیہ الرحمۃ است۔ او راست:

کچھ کٹے وصل (میں) کچھ ہجر میں گھڑیاں گزریں — کیا مری عمر کے اوقات پریشاں گزرے

---

۳۸ — حسن

حسن تخلص میر غلام حسن فرزند میر غلام حسین ضاحک، اصلش از ایران، از چند مولدش دار الخلافہ شاہجہان آباد۔ مدتہا در بلاد شرقیہ بسر کردہ۔ خوش محاورہ، درست گفتار بودہ۔ و مثنوی بدر منیر و بے نظیر کہ بطرز بے نظیر روزمرہ عوام گفتہ در سلاست و متقضی الزام مقام داد دادہ و مطبوع خاص و عام شدہ شاہدے بر صاف بیانی اوست:

(اس) دل کا چین لے گئی کھٹ سے علی یاد اور — راتوں کی نیند زلف پریشاں لے گئی

جان و دل ہیں اوداس سے میرے — اوٹھ گیا کون پاس سے میرے!

درد دل کا جو شب افسانہ سنایا اون کو — آپ بھی روئے ہم اور خوب رلایا ان کو

کے آرزو تھی جو اس طرح بیٹھے فکر کو ساتھ آ گئے — بجلے چلے دل کو جلا گئے نئے سر سے آگ لگا گئے

دی تھی یہ دعا کس نے مرے گھر کو الٰہی — اوجڑے یہ گھر ایسا کہ پھر آباد نہ ہووے!

وصل بھی ہوگا حسن! تو تنک تو استقلال کر — حال اپنا ہم سے کہہ کہ ہم کو مت بے حال کر

بے چین تو نہیں ایسا (ہوں) اس گلی میں روز — جا جا کے بات کی ہر اک سے پکار کر

میں کیا حشر تو ٹھوکروں کو اوٹھ جاتے ہی تیرے — برپا ہوئی اک مجھ پہ قیامت تو یہی اور

---

۳۹ — حسن

حسن تخلص خواجہ حسن فرزند خواجہ ابراہیم بندہ نبیرۂ حضرت خواجہ کہاسی از اولاد حضرت خواجہ مودود چشتی قدس سرہ۔ شخص صوفی طبیعت، درویش نہاد، ابلباس تقوی و ورع آراستہ و بحلیۂ مکارم حضرہ پیراستہ۔ از سادات صحیح النسب، بزرگ قدر و اہمیت از

۵۳۔ رقت

رقت تخلص مرزا قاسم علی۔ اصلش مشہدِ مقدس و مولدش شاہجہان آباد۔ از مدتہا در لکھنؤ بسر کردہ۔ خوش فکر معلوم می شود:

خط وہ بھیجے رقیب کا لکھا / یار بھی اپنے نصیب کا لکھا

ہمارے سامنے اب ایسا بار بار نہ ہنس / جو ہم سے ہو کے الجھتے تو ہو ہزار برس [ص ۴۴]

چھٹ جائے کسی سے نہ ملاقات کسی کی / اللہ بگاڑے نہ بنی بات کسی کی!

دیوارِ گلرخاں کا سایہ گر پڑا ہے / زاہد! بتا تو مجھ کو طوبیٰ میں شاخ کیا ہے؟

۵۴۔ رنج

رنج تخلص سید محمد نصیر، از احفادِ خواجہ میر (درد) علیہ الرحمۃ و اکنوں سجادہ نشینِ جناب ایشان است۔ بغایت خوش طبع، خوش فہم، نیکو خصال، پسندیدہ افعال، گرم بیان، شیریں کلام، صافی ذکا، مستقیم الادراک است۔ از فنون متداولہ ہم بقدر ضرورت بہرہ برداشتہ و در حساب و موسیقی مہارتے تمام رسانیدہ، و در فنونِ شعری و صنائع آں نیز سعی بلیغ نمودہ و در جمیع مراتبِ طریقت و شریعت بر روشِ آبائے عظام خود داشتہ۔ از وست:

خط دیکھ کر ادھر تو مرا دم الٹ گیا / قاصد ادھر بدیدۂ پرنم الٹ گیا

تیرے بن جیب تک گریبان نم رہا / آہ اور نالہ ہی مجلس ہمدم رہا

یاد میں اوس گلبدن کی صبح تک / اشک سے تکیہ مرا سب نم رہا

زندگی سخت ناگوار ہوئی / آنکھ سے آنکھ جب دوچار ہوئی

۵۵۔ رنگین

رنگین تخلص سعادت یار خاں، فرزند طہماسپ بیگ خاں۔ اشعار گلہائے سلاست و پاکیزگی دارد۔ مشتاق قدیم است:

تمھیں گر وہ جس نے ملنے کی کھائیاں ہوویں

یہ سوچ ہے، اب اوس سے کیونکر صفائیاں ہوویں

ایسے کافر کو دل دیا ہم نے / ہائے اللہ کیا کیا ہم نے!

[ص ۵۰] آہ تجھ بغیر مملکت دل اجاڑ ہے / چھاتی پہ رات بھر لگی کالا پہاڑ ہے

کہنے کا تمہارے یہ مدن ہے مرے صاحب! / پڑھ لیجے زرا اس پہ تکبیر کھڑے رہ کر

اب سیر میں گلشن کی تا صبح کو میں کاٹوں / کھنچوا دو مجھے اپنی تصویر کھڑے ہو کر

اور ٹھنے سے تمہارے جی بیٹھا ہی جاتا ہے / کر جایئے کچھ اس کی تدبیر کھڑے ہو کر

(قطعہ)

میں نے چٹکی جو لی تو ہو کے خفا / بولے: آپ نے ہو کیا ستانے آج!

روز تم چلبلے بیٹھے رہتے تھے / کیا ہوا ہے تمھیں خدا نے آج!

۵۶۔ رونق

رونق تخلص میر غلام حیدر خان عظیم آبادی۔ از وست:

رحم کر اے دوست! لگا ہے خاکساری پر مری / نقشِ پا کی طرح تیری راہ میں افتادہ رہوں

حرف الزاء المعجمہ

۵۷۔ (زار)

زار تخلص میر مظفر علی متوطن لکھنؤ۔

ایک دن تجھے ہی دنیا سے اوٹھا ہم کو / یا الٰہی! شب فرقت نہ دکھا ہم کو

۵۸۔ زار

زار تخلص برہان الدین خاں از زمرۂ خواصانِ حضور والا بودہ۔ شعر ہم می نوشت۔ از وست:

غرورِ حسن ذرا ختم ان بتاں پر ہے / قدم زمیں پہ نہیں اون کا آسماں پر ہے

حرف السین المہملہ

۵۹ـ سبقت

سبقت تخلص، مرزا عشق، خلف مرزا علی اکبر؛ فرزند شاگرد جرأت، مولدش شاہجہاں آباد است۔ از وست:

تا مجھ پہ اضطراب دل نہ ہوا ستم ہوا — جان لبوں پہ آ گئی، تو بھی قلق نہ کم ہوا

عشق میں ہم کو خدا ہی نے گرفتار کیا — ورنہ کس واسطے اوس بت کو طرحدار کیا

کچھ فائدہ کی بات دلا اختیار کر — کیا فائدہ ہے گریۂ بے اختیار کا؟

۶۰ـ سخن

سخن تخلص، حکیم مرزا محمد حسین۔ وطنش شاہجہاں آباد۔ در فن طبابت مہارتے دارد۔ اشعار نمکین در فارسی و ریختہ دارد: [ص ۳۶]

جز ہی جان نکلی، دو ہی آن نکلا — مجھے مرتے مرتے تو ارمان نکلا!

۶۱ـ سرسبز

سرسبز تخلص، میرزا زین العابدین خان، عرف میرزا مینڈھو، پسر نواب سالار جنگ مرحوم۔ کلامش با مزہ است۔ از وست:

میں روتا ہوں سرسبز آتی رہی جب یاد — وہ صورت مجھے پیاری پیاری کسی کی

اوس کے کوچے کی طرف، میں تو نہ جاؤں سرسبز آ — کشش دل ہے کہ کھینچے لیے جاتی ہے مجھے

شب انتظار گزری ہمیں انتظار کرتے — کھلتے دوست دوست کرتے [illegible]

کب خوش آتا ہے مجھے سیر گلستاں تجھ بن — نظر آتا ہے ہمیں خانۂ زنداں [illegible]

اپنے عاشق کی تو بالیں پہ نہ آیا افسوس حیف! — جان دی اوس نے [illegible]

۶۲ـ سرور

سرور تخلص، میر محمد خان، خلف نواب اعظم الدولہ ابوالقاسم خان متخلص بہ مشتاقی۔ مردے ظریف، خوش طبع، یار باش، نیکو صحبت، بحسن اخلاق و بہ محامد شیم آراستہ۔ قابل دوست، آدم شناس، طبعش با فن شعر مناسب۔ در ریختہ ابیات بلند، خاطر پسند دارد۔ از وست:

چلا شب آہ ہم اس غم سے پیچ و تاب کھاتے ہیں!
سیہ روزی یہ دیکھو، وہ ابھی زلفیں بناتے ہیں

ہم دیکھتے ہی یار کے بے ہوش ہو گئے — شکوے جو یاد تھے سو فراموش ہو گئے

مجلس میں ستانا مجھے ہر آن نہ ٹھہرے — رقیبوں سے اشاروں کی مری جان [illegible]

مرگ بہتر ہے اگر ہمدرد یار ہیں — ہے مزا تجھ سے زندگانی کا

[ص ۳۷] میں نے سرور کی خبر جا کے جو پوچھی دم نزع — اوس نے کچھ بات نہ کی، ایک اٹھا دیں آنکھیں

اس ہجر رنج ہو، بیٹھا تھا زار ہو، درد ہو، غم ہو
یہ سب کچھ ہم کو ہو یا رب! ولیکن وہ بھی محرم ہو

سرور اوس شوخ کو کیوں نیند سے بیدار کیا؟
کس لیے فتنۂ خوابیدہ جگایا تو نے

۶۳ـ سراج

سراج تخلص، شاعر است از شعرائے خجستہ بنیاد اورنگ آباد، اسیر عشق، شہر استاد است۔ از وست:

شکر اللہ ان دنوں تیرا کرم ہونے لگا — شیوۂ جور و جفا فی الجملہ کم ہونے لگا

خبر تحیر عشق سن، نہ جنوں رہا نہ پری رہی
نہ وہ تو رہا، نہ وہ میں رہا، جو رہی سو بے خبری رہی

شہ بے خودی نے عطا کیا مجھے جب لباس برہنگی
نہ خرد کی بخیہ گری رہی، نہ جنوں کی پردہ دری رہی

تنگ تھا خلق یار کا گلہ کس زبان سے بیاں کروں
کہ شراب صد قدح آرزو خم دل میں تھی سو بھری رہی

کیا خاک آتش عشق نے دل بے نوائے سراج کو
نہ خطر رہا نہ حذر رہا جو رہی سو بے خبری رہی

این غزل را بعضے بہ سراج الدین عالم بنگالہ نسبت می کنند. واللہ اعلم بحقیقۃ الحال

۶۴_سکندر

سکندر تخلص خلیفہ محمد علی شاگرد محمد شاکر ناجی. مولد و موطن وے پنجاب. از مشاہیر مرثیہ گویان ہندوستان است. گویند کہ چندے از خود گذشتہ لاابالی و ابن الوقت بودہ. مدتہا در حیدرآباد بسر کردہ؛ ہم آنجا در گذشت. از وست:

عزیزو! عیش و عشرت عاشق بیتاب کیا جانے
لگی ہوں جس کی آنکھیں یار سے وہ خواب کیا جانے!

عرق آلودہ رخسار پہ کیا ہی زلف چھائی ہے [ص ۶۰]
سحر گلشن میں ناگن چاٹنے کو اوس آئی ہے

۶۵_سلیمان

سلیمان تخلص شاہزادہ عالی تبار میرزا سلیمان شکوہ بشیم اخلاق موصوف و بکرم و اشفاق معروف. از چندے محرر لکھنؤ را در ظل عاطفت خویش گرفتہ. سخن فہم و قدردان اہل سخن مضمون یاب معنی فہم است. از وست:

نہ فقط نعرہ سے رہتی ہے زمیں کو جنبش
بلکہ اس صدمے سے ہے عرش بریں کو جنبش

جان دی راہ محبت میں الٰہی صد شکر! | بات میں نے جو کہی تھی اسے نباہی الحمد للہ
اے سلیمان، میں کروں کیونکر زبان خلق کی بند | مفت بدنام کیا مجھ کو وہ آئے نہ گئے

۶۶_سودا

سودا تخلص میرزا رفیع اصلش از کابل و مولد وے شاہجہان آباد. از شعرائے ریختہ گوئے مشتہر قرارداده ہندستان است و از اوستادان سخنور و معنی پرور. انتظش سرشتی طبع اوستادان معنی آفرین است. شاعر ساحر و بر جمیع اصناف قادر. قصائدش ہمہ غرا و غزلش ہمہ ملاحت. الحق کہ وے در شاعری خصوصاً در قصیدہ گوئی و ہجا بزبان ریختہ اگر یکی بنظر رسیدہ کہ بالاتر ازاں ممکن نیست. اما ہجا با مرتبہ شیرین و نمکین بیرحمہ بیان آوردہ کہ کلام لبیبہ شورش انگیز(؟) دلبران را از ذم عبرت چون مذاق عاشقان تلخ ساختہ. و در عصرے از اکابر کمے بودہ کہ تیغ ہجا بر رویش نتاختہ. از وست:

سن کے یہ کہتا ہے میرے نالۂ شبگیر کو | کیوں مجھے ایسا بنایا کیا کہوں اللہ کو!
[ص ۵۹] آدم کا جسم جب کہ عناصر سے مل بنا | کچھ آگ بچ رہی تھی سو عاشق کا دل بنا
سب سے کہے سوتا ہوں کہہ دیں کہیں جو آنا | بالیں پہ مری شور قیامت اگر آوے
بہا کچھ اپنی چشم کا دستور ہوگیا | دی تھی خدا نے آنکھ سو ناسور ہوگیا
کہتا ہے یار جا کہ شش تری زلف کے آگے | میں بھی قیامت ہوں مری شام بھی ہے
صندل جبیں نہ تھی کچھ پدر و مادر کے؟ | ہم تو ہیں سوز توڑ سے غبار دامن
عاشق کی بھی کٹتی ہیں کیا خوب طرح راتیں! | دو چار گھڑی رونا، دو چار گھڑی باتیں
ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں | تڑپے ہے مرغ قبلہ نما آشیانے میں
سودا! خدا کے واسطے کر قصہ مختصر | اپنی تو نیند اڑ گئی تیرے فسانے میں
تھا کس کے دل کو کشمکش عشق کا دماغ | یارب! برا ہو دیدۂ خانہ خراب کا
ایک عقدہ نہ کھلا رشتۂ تقدیر سے حیف! | ہم نے فرسودہ بہت ناخن تدبیر کیا
جبھی پھرتی ہے کب سے خدایا رسا مری | دروازہ کیا قبول کا مسدود ہوگیا
سرشک چشم نہ تھامیں گا اے فلک تو نے | لغزش سے خلق کے گر کے نہ مجھ کو تھام لیا
رہے اس قفس میں اے بلبل و گل ناتواں یہاں تک

نہ نالا لب تلک پہنچا نہ چاک جیب داماں تک

کیفیتِ چشم اوس کی مجھے یاد ہے سودا! ساغر کو مرے ہاتھ سے لیجو کہ چلا میں
ظاہر میں دیکھنے کا کچھ اسباب ہی نہیں آوے مگر وہ خواب میں سو خواب ہی نہیں
یا تبسم یا نگہ یا وعدہ یا گاہے پیام کچھ عجب خانہ خراب اس دل کے سمجھانے کی طرح!
اثر اے آہ مجھے ہر چند نے تاثیر نالہ میں پر آتا ہے کہ ان دنوں سے میرا جی بہلتا ہے [ص ۳۰]
مت پوچھ کچھ کدورت کی گو کہ تجھ بغیر ہی گفتگو سے فائدہ پیارے! گذر گئی
ہے قسم تجھ کو فلک! دے تو جہاں تک چاہے جلوۂ حسن اوسے، حسرتِ دیدار مجھے

قطعہ

سودا کو کہتے ہیں کہ اوسے ہے مصاحبت کتنا غلط یہ حرف بھی مشہور ہو گیا
اوروں کی نسبت ان دنوں کچھ لگ چلا تھا وہ دو چار جھڑکیوں میں بدستور (ہو) گیا
تو نے سودا کے تئیں قتل کیا کہتے ہیں یہ اگر سچ ہے تو ظالم! اسے کیا کہتے ہیں؟
سودا کی جو بالیں پہ گیا شورِ قیامت خدامِ ادب بولے: "ابھی آنکھ لگی ہے!"
حافظ! تو ہی بولے ہے جس روز کی باتیں اوس روز کو ہم نے شبِ ہجراں میں دیکھا
سودا! جو ترا حال ہے، ایسا تو نہیں وہ کیا جانیے تو نے اوسے کس آن میں دیکھا!
ناتواں طیرِ تھوں میں، اے رفقاے پرواز! اتنا آگے نہ بڑھو تم کہ رہا جاتا ہوں
لختِ جگر آنکھوں سے ہر آن نکلتے ہیں یہ دل سے محبت کے ارمان نکلتے ہیں
اس تیر نگہ کے ہے کشتے کا جہاں مدفن سبزے کی جگہ واں سے پیکان نکلتے ہیں
دوزخ مجھے قبول ہے، اے منکر و نکیر! لیکن نہیں دماغ سوال و جواب کا
خدا دشمنوں کو نہ وہ کچھ دکھاوے جو کچھ دوست اپنے سے ہم دیکھتے ہیں
نوشتے کو میرے مٹاتے ہیں رو رو فرشتے جو لوح (و) قلم دیکھتے ہیں
یہ جی میں ہے کہ اس ادب بے وفا سے جا کے کہیں ہمارے جی کو رکھنے میں کچھ مزا بھی ہے؟
اطوارِ رنگ رخسار کی خط اب اے عیسیٰ! ہوتا ہے کہ ہر بات میں اترے ہے اوتر جاتا ہوں [ص ۳۱]
سخت مشکل ہے کہ ہر بات کنایہ سمجھے بے زباں میری کہ گفتار کروں یا نہ کروں
خوابِ شیریں میں ہے گو وہ دل بے مزا شوق جی دھڑکتا ہے کہ بیدار کروں یا نہ کروں

۶۷۔ سوز

سوز تخلص، محمد میر سید بزرگ درویش نہاد، خوش طبع بودہ۔ خطِ نستعلیق و شکستہ نیکو می نوشت و در خواندنِ شعر ضرب المثل بود۔ مدتہا در لکھنؤ بسر کردہ ہم آنجا در گذشت۔ طرزِ ریختۂ وے از ہمہ جدا است۔

ناوک پہ ترے صید ہوا اور جان نکل جاوے مرنا تو مسلّم ہے، ارمان نکل جاوے
سوز سے ایک نے پوچھا کہ صنم سے اپنے اب بھی ملتے ہو بدستور کہ گاہے گاہے
دیکھ کر منہ کو گھڑی ایک میں بھر کر دمِ سرد یوں اشارے سے بتایا کہ مرا ہے گاہے
شہرۂ حسن سے از بسکہ وہ محجوب ہوا اپنے گھونگھٹ سے جھلکتا ہے کہ کیوں خوب ہوا
سوز کچھ موقوف نہ آتا ہے آج مجرے کا مجھ جواب ہوا
اور تو بس نہیں چلتا ہے رقیبوں کا مگر سوز کے نام کو لکھ لکھ کے جلا دیتے ہیں

(رباعی)

(جو میرے عدو تھے ان سے تو یار ہوا مجھ سے لڑنے کو اب تو تیار ہوا)
رو رو کے مرے جی میں یہ آتا ہے اللہ! تو ہم سے ایسا بیزار ہوا!
نصیحتوں کا گھونٹ ہے بہت سا ناصح کو جو اوس (رگے) رو برو بولے تو میں سلام کروں
جب میں نے کہا میری طرف تو دیکھو دیتا ہوں وگرنہ جی میں از یجو (?) دیکھو
جھنجھلا کے لگے کہنے: تو کیا ہے معقول! خوبی خلطے کی، واہ وا موقع تو دیکھو

۶۸۔ سید

[ص ۳۱] سید تخلص، میر غالب علی خان، میر منشی حضور والا، سید صحیح النسب، در عالمِ آشنایی بہ نہایت یار دوست و گرم خون آمدہ و نہایت آدم شناس با انصاف است۔ اشعارِ عالی در فارسی و ریختہ دارد و امروز در قوتِ شاعری و تخرگوئی در اقرانِ خود ممتاز است و در تاریخ یابی بے عدیل است۔ او راست:

در کشِ اندوہِ ہجراں شب دل بیتاب تھا آب کا پانی جگر طاقت کا زہرہ آب تھا

تجھ بن اے کانِ ملاحت! صبح تک پاشیدہ تھا / زخم پر دل کے نمک نورِ شبِ مہتاب تھا

سبب کیا پوچھتے ہو مجھ سے میرے زار رونے کا / کہیں تو کچھ مرض ہے مجھ کو ہے آزار رونے کا

تھی بیکلی یہ مجھ کو آرام نہ آیا / جب تک مری بر میں وہ گل اندام نہ آیا

نے عارضِ گلگوں نہ ہے رنگِ حنا تو / اے غمزدہ دل! تو تو کسی کام نہ آیا

یارو! مری بالیں سے نہ تھوڑا نہ جدا ہو / حالت مری اچھی نہیں کیا جانیے کیا ہو

کیا کیجیے سید! کہ عجب بات ہے مشکل / جی اس سے لگا جس سے ملاقات ہے مشکل

(دل کا) مداوا کا مرض سے پیشتر پیدا ہوا / مجھ کو صندل گھستے گھستے دردِ سر پیدا ہوا

کیا خبر پرواز کی مجھ کو کہ میں جس روز سے / دام میں پیدا ہوا بے بال و پر پیدا ہوا

حرف الشین المعجمہ

۶۹۔ شفیع

شفیع تخلص محمد شفیعؒ، خوش محاورہ انیکو فکر معلوم میشود، گواہ بر این معنی این مقطع اوست:

رات کیا ہو گیا تھا تجھ کو شفیع! / جب کھلی آنکھ روتے ہی دیکھا

۷۰۔ شکیبا

شکیبا تخلص شیخ غلام رحیمؒ، اصلش از شاہجہان آباد۔ از مردم خوب این شہر استؒ۔ او راستؒ:

نقطہ جب سے تمھارے ہو رہے ہیں / مخالف سب ہمارے ہو رہے ہیں

ارے بسمل اس نے گر چھوڑا شکیبا! غم نہیں [ص ۳۳]
پر یہ غم ہے اعتبارِ دستِ قاتل اوٹھ گیا

ہمیں قتل تم نے کیا، کیا؟ نہیں کہتے ہم کہ برا کیا
یہ بھلا کہو کہ کہو گے کیا، جو کوئی کہے کہ یہ کیا کیا؟

۷۱۔ شکوہ

شکوہ تخلص محمد رضاؒ متوطن لکھنؤ۔ در شعر شاگردِ مرزا قتیلؒ است۔ او راست:

نہ اوس کا وصل ہے ممکن نہ تاب ہے دل کو
عجب طرح کا الٰہی! عذاب ہے دل کو

۷۲۔ شگفتہ

شگفتہ تخلص مرزا سیف علی خاںؒ فرزند نواب شجاع الدولہ۔ از وستؒ:

دل و جگر نہیں سینہ کے داغ کے نیچے / جلے پڑے ہیں پتنگے چراغ کے نیچے

۷۳۔ شمس

شمس تخلص میر شمس الدینؒ:

سن کے رونے کی مرے آواز کہتا ہے وہ شوخ
"یہ وہی کمبخت شاید یہاں پس دیوار ہے"

۷۴۔ شوق

شوق تخلص میاں غلام رسولؒ، مردے سپاہی پیشہؒ از سکنۂ دہلی ست۔ نسبت تلمذ بہ محمد نصیر دارد۔ از وستؒ:

آپ کو رکھتا تھا جس سے کرکے سو تدبیر کھینچ / ہے گلی کوچے میں اوس کے مجھ کو پھر تقدیر کھینچ

۷۵۔ شور

شور تخلص مرزا محمود بیگؒ، اصلش از ایران؛ مولدش شاہجہان آباد، جوانیستؒ سپاہی پیشہؒ۔ از وست:

یک آہ سرد بھرنا اور دل کا تھام لینا / ہوتا ہے گاہے گاہے یوں اوس کا نام لینا

۷۶۔ شیدا

شیدا تخلص خواجہ بیگ شاگردِ میر محمدی بیکار جلاقہ بندی معاش می کردہ ۔ ازوست:

شعلہ خورشید سے کو اور آتش کا پرکالا کیا　　آگ لگ جاوے مری اس آہ بے تاثیر کو

اپنے شیدا کی حالت جانکاہ　　کیا ہو اگر تم بھی آن کر دیکھو

وہ صورتیں الٰہی کس ملک بستیاں ہیں　　(اب دیکھنے کو جن کے آنکھیں ترستیاں ہیں)

حرف الصاد

۷۷۔ صادق

(صادق تخلص میر صادق علی خان، جوانیست نیکو خلق ۔ مولدش از عظیم آباد شت ویہ (ص ۴۴) شاہجہان آباد نشو و نما یافتہ، بجاروگی و داضافۂ پادشاہی امتیاز دارد ۔ ازوست:

ہمیں زیر زمیں بھی چین اے گردوں! نہ ہوئے گا

دل بیتاب اگر ہم سے جدا صدقوں نہ ہوئے گا

۷۸۔ صدق

صدق تخلص شخصے از باشندہ حیدرآباد ۔ زیادہ بر حالش معلوم نہ دارم ۔ ازوست:

بدقت اشک اب نکلے (رہے) شاید

ہوا آنکھوں میں اب لخت جگر بند

۷۹۔ صفدری

صفدری تخلص میر صادق علی برادر کوچک میر نظام الدین ممنون از سادات صحیح النسب، جوانے نیکو منظر خوش ادراک، ظریف و گرم صحبت، باوصاف پسندیدہ اتصاف دارد طبعش بافن شعر نہایت مناسب افتادہ ۔ راقم حروف را از آوان صبا ربط و خصوصیتے باوست اشعار دلکش و مطبوع دارد ۔ و بخدمت برادر بزرگ خود استفادۂ فنون شعری

می کند ۔ ازوست:

ہاتھ مت رکھ دل پر آتش ہے تپش پر　　یہ پھپھولے کہیں پڑ جائیں کف سیمیں پر!

نہیں معلوم دل میں صفدری کے درد کیا ہے

کہ ہر دم ہاتھ سینہ پر وہ بیتابانہ رکھے ہے

صفدری! سینہ میں دل کو اپنے بیتابی ہے آج

منع مت کر متصل گر مائل فریاد ہوں

شاید نسیم مصر کا آتا ہے قافلہ　　خوشبو رکی اک لپٹ سی ہے بیت حزن کے پاس

(ص ۴۵) چشم تر و دل و جگر داغ داغ دیکھ　　چشمہ قریب چشمہ بھی ہے چمن کے پاس

حرف الضاد

۸۰۔ ضبط

ضبط

نقد دل وحشت میں کھو کر اک جنوں پیدا کیا　　ہم نے بازار محبت میں یہ کیا سودا کیا!

۸۱۔ ضیاء

ضیاء تخلص میر ضیاء الدین سید صحیح النسب ۔ اصلش شاہجہان آباد ۔ از چندے بعظیم آباد رفتہ اقامت کردہ ۔ خوشگو، شیریں گفتار است ۔ بیشتر از موزوں طبعان دیار شرقیہ نسبت تلمذ بوے دارند ۔ مدتے شد کہ آنجا درگذشت ۔ ازوست:

ہجر کی رسم ہم سے چھوٹ پڑے　　یا فلک تجھ پہ عرش! ٹوٹ پڑے

صاف تھا جب تک کہ خط تب تک جواب صاف تھا

اب تو خط آنے لگا، شاید کہ خط آنے لگے

کل کی رسوائی تجھے کیا بس نہ تھی، اے ننگ خلق!

اوس کے کوچے میں ضیاء، تو آج پھر جانے لگا

حرف الطاء

۸۲۔ طالب

طالب تخلص حاشور بیگ خان پسر دولت بیگ خان مرحوم، اصلش از توران و منشاء و نشوش سرزمین ہندوستان۔ اکثر اشعار خود بہ نظر محمد تقی میر گزرانیدہ، جمیع درست و اشعار خوب داشتہ۔ از وست:

رہا تجھکو وہاں تک کام اپنا ہوا یہاں کام اے مغرور کام اپنا
کہاں تھا ہے طالب ہم سے وہ شوخ یوں ہی بدنام ہے جیسے نام اپنا
رقص بسمل ہے طپشہائے دل تو بھی آ دیکھ تماشائے دل
ایک دم چین نہیں دیتا ہے کاش سینے سے نکل جائے دل

۸۳۔ طپش

طپش تخلص مرزا محمد اسمعیل المشہور بہ مرزا جان پسر مرزا یوسف بیگ۔ [ص ۴۰] اصلش از بخارا و مولدش شاہجہاں آباد۔ از مدتہا در اطراف بنگالہ بسر می کند۔ بسیار وجیہ و نمایاں و خوش بخت آمدہ۔ از فنون شعر و صنائع آن نیز آگاہ۔ شاگرد حضرت خواجہ میر صاحب علیہ الرحمۃ است:

کس کی طرف سے آج طپش تجھکو یاس ہے
سچ کہہ ہمارے سر کی قسم کیوں اداس ہے؟

ٹھہر جائے نہ صحرا میں بھلا مجھکو الٰہی بیٹھے بٹھائے یہ کیا ہو گیا مجھکو
زندگانی کے بھلا اب کونسے آثار ہیں زندگی جس سے عبارت ہے وہی بیزار ہیں
خدا کسی کو نہ آزار عشق دیوے، یارو! کہ جس میں جی ہی نہ زندگی رہے اور درد
لگے ہے بیشتر ہوس کی جان کو جب سے وہ الٰہی خیر ہو اے دل تجھکو یہ سب سے دور
رہا جاتا تھا کچھ سوزش ہے جام عشق پینے میں اثر نے ہی لگے گی اک آگ سینے میں

۸۴۔ تغلق

تغلق تخلص مرزا تغلق از نتائج سلاطین نامعلوم شدہ۔ از وست:

یک بیک آکے مرے پاس سے جانا یا تھا ایسے آنے کو لگے آگ یہ آنا کیا تھا

حرف الظاء المعجمہ

۸۵۔ ظاہر

ظاہر تخلص میر محمدی۔ اصلش از شاہجہاں آباد، مدتہا در اکبر آباد بسر کردہ۔ گاہ گاہی گفت از وست:

یہ تو سب جور و جفا مر گئے تو تم کو چاہیے اب ستم تو کوئی ایجاد کرو

۸۶۔ ظریف

ظریف تخلص خداوردی خان برادر خورد سعادت یار خان رنگین۔ نوجوانے ست نیک خو، گاہ گاہ فکر شعری کند۔ از وست:

ابھی آہ بے اثر نے کچھ اثر شاید کیا وہ بھی مضطر ہو گیا کل مجھ کو مضطر دیکھ کر

۸۷۔ ظفر

[ص ۴۱] ظفر تخلص مرزا ابوالظفر بہادر ولیعہد حضرت ظل سبحانی از شاہزادگان عالی مقدار است۔ از برادران خورد بمزید صنع و ادراک ممتاز آمدہ۔ اشعار بسیار دارد۔ گاہ بے ابیات درست ہم از طبیعت سر می زند۔ از وست:

پاؤں کو چیلا ہے جنون نے مرے یہاں تک اب کہیں ظفر!
ٹھوکر ایک روز بھی ہاتھوں سے گریباں نہ رہا
شکر طفلاں کو نہ کرتا کس شوق سے آہ تیرے ہاتھوں سے جنوں کیا کیا نگیں دیکھیں
مجھ کو یہ ڈر ہے اسباب کو کوئی دامنگیر ہو خون سے آلودہ ہے تیری اے ستمگر آستیں

حواشی

اثر — ص ۲۲

۱۔ ہندی: میر محمد (صحیح محمد میر ہے)

۲۔ سالِ وفات کسی معاصر تذکرہ نویس کے یہاں درج نہیں لیکن وفات یقیناً ۱۲۰۹ھ میں ہوئی۔ (صحاحُ درد) اُن کے مزار بیرونِ ترکمان دروازہ (دہلی) کے کتبے میں بھی یہی سال درج تھا۔ (تفصیلات کے لیے دیکھیے، حواشی تذکرۂ حیدری گلشنِ ہند: ۳۱)

۳۔ دیوان کے نسخوں کے لیے دیکھیے: تذکرۂ حیدری: ۳۱

۴۔ دیوان، ہندی، دستور الفصاحت: آوے ہے۔

۵۔ ہندی: دیکھی　　۶۔ دیوان، ہندی: تب

۷۔ عمدۂ منتخبہ (ص ۸۰) میں یہ شعر شیخ عبد اللہ آزاد کے نام درج ہے۔

۸۔ ہندی: دیکھے نہیں تری، دیوان: دیکھے تری نہیں۔

۹۔ مسرت افزا: پر اثر کی ترنم کو: ہندی، نغز، دیوان: پر اثر کی ہمیں تو

۱۰۔ دیوان: تیں بھی　　۱۱۔ دیوان: چلے

۱۲۔ دیوان: تئیں　　۱۳۔ دیوان: جدا

احسان — ص ۲۲

۱۔ نغز: در ابتدا محسن تخلص میکرد　　۲۔ ولادت: ۱۱۸۳ھ، وفات: ۱۲۶۷ھ

۳۔ قاسم اور سرور ان کے دیوان کا ذکر نہیں کرتے، لیکن یہ قریب بہ یقین ہے کہ سرور نے انتخابی اشعار ان کے دیوان سے درج کیے ہیں۔ تعدادِ اشعار ۲۰۷، لیکن ان میں کچھ اشعار احسان حیدرآبادی کی

کے بھی ہیں۔ شیفتہ کی نظر سے دیوان گزرا تھا، انھوں نے ۴۰ شعروں کا انتخاب اپنے تذکرے میں درج کیا ہے۔ دیوان اب ڈاکٹر رفیعہ سلطانہ نے شائع کر دیا ہے (حیدرآباد ۱۹۶۰ء)۔

دیوان اردو کے متعدد قلمی نسخے ملتے ہیں۔ کتاب خانۂ حیدر حسن حیدرآباد، انڈیا آفس لندن، رضا لائبریری رامپور، ذخیرہ لالہ سری رام (جامعہ ملیہ) اور سالار جنگ میوزیم میں شہر آشوب کا ایک نسخہ بھی ہے جس پر مصنف کا تخلص احسان لکھا ہے۔

۴۔ دیوان: یہاں مجھے ہی نصیحت گو

تذکرۂ سرور اور گلشن بے خار میں مصرع اس طرح ہے، کیا جانیے کہ مجھ سے ہوا آہ کیا گناہ! شیفتہ نے اس غزل کا ایک اور شعر بھی درج کیا ہے ... کہنے لگا گناہ، گویا یہ غزل ردیف

۵۔ ہا کی ہے۔ اور یہی دیوان میں بھی ہے۔

۶۔ نغز، عمدہ، دیوان: تاکے

۷۔ سرور: کہہ دو عیسیٰ کو کوئی، دیوان: کہہ دے عیسیٰ سے کوئی دل درد جاہے، حضرت!

۸۔ سرور: کیا جانے　　۹۔ دیوان: کسی

احسن — ص ۲۲

۱۔ علی لطف نے لکھا ہے کہ اس وقت (۱۲۱۵ھ) وہ نواب سرفراز الدولہ کی ملازمت میں

۲۔ لکھنؤ میں تھا (گلشن ہند: ۳۲)

۳۔ مخزن نکات، نغز: حسن علی، معیار الشعرا، بے خار، ہندی: احسن علی

۴۔ نغز، منتخب: پہلے میر ضیا کے شاگرد تھے، پھر سودا سے اصلاح لینے لگے۔

نواب شجاع الدولہ (ف ۱۱۸۸ھ) اور نواب آصف الدولہ (ف ۱۲۱۲ھ) دونوں

۵۔ احسن کے مربی تھے۔

دیوان کا شاہ کمال نے ذکر کیا ہے لیکن لکھتا ہے کہ نظر سے نہیں گزرا۔ دیگر الانتخاب: (۱) نسخہ انجمن ترقی اردو (علی گڑھ)، میر حسن اور علی لطف نے علی الترتیب پچاس اور بیس شعر نقل کیے ہیں۔ ظاہرا دیوان کا کوئی نسخہ ان دونوں کے پیش نظر رہا ہے۔ ناصر لکھنوی نے ان کے دو دیوانوں کا ذکر کیا ہے۔ دیوان کا ایک اچھا نسخہ ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ کے کتاب خانے میں

ہے۔ شیفتہ نے ان کے حسنِ خط کا بھی ذکر کیا ہے۔

اسد ص ۲۳

۱۔ سالِ وفات معلوم نہیں۔ تذکرۂ عشقی میں ہے: بالفعل بعہت بنگالہ استقامت دارد۔ لیکن مرتبِ اوراق تم جب اپنے تذکرے لکھ رہے تھے، وہ وفات پا چکے تھے۔ مصحفی تذکرۂ ہندی میں لکھتے ہیں کہ پورب جانا چاہتے تھے، لیکن وہاں پہنچنے نہیں پائے تھے کہ راستے میں سرائے بانگر مئو میں "ہنگام شب بر دست دزدان" تقریباً پچاس سال کی عمر میں مقتول ہوئے۔ اگرچہ ہندی میں "بانگر مئو" مکتوب ہے، لیکن یہ بانگرمئو ہوگا جو ضلع اناؤ کا ایک قصبہ ہے، اور دلی سے لکھنؤ جانے میں یہاں قیام ممکن ہے۔ نغز میں ہے کہ چندے نواب افضل خاں (از بنی اعمام نواب نجیب الدولہ) کے ملازم رہے۔ جب یہ ملازمت جاتی رہی تو تلاشِ روزگار میں لکھنؤ گئے اور وہیں انتقال کیا۔ ان سب میں مصحفی کا بیان درست معلوم ہوتا ہے۔

۲۔ ہندی: دیوانے ضخیم ترتیب دادہ، در قصائد و غزل و مثنوی ماہر، خصوصاً مثنوی گنجفہ را بسیار بہ تلاش گفتہ

۳۔ نغز: یہ وہ بہتر ہے، ہو پہ خار: نیش

۵۔ نغز: کافر ہوں وہاں اگر جو خدا کا بھی ذکر ہوں

آشفتہ ص ۲۳

۱۔ سالِ وفات معلوم نہیں۔ علی لطف لکھتے ہیں: بالفعل کہ ۱۲۱۵ھ میں بہ عزت تمام کلکتہ میں بسر کرتے ہیں (گلشنِ ہند: ۹۱) حیدری جب اپنا تذکرہ مرتب کر رہے تھے تو وہ زندہ تھے (گلشنِ ہند: ۳۰) اس تذکرے کی ترتیب ۱۲۱۳ھ میں شروع ہوئی اور حیدری کم از کم ۱۲۱۶ھ تک اس پر نظرِ ثانی کرتے رہے۔ لیکن تذکرۂ عشقی کی تکمیل کے وقت وہ فوت ہو چکے تھے۔ عشقی مقامِ وفات مظفر پور بتاتے ہیں (تذکرۂ عشقی ۵۹) یعنی زبانی کلتے میں لکھنؤ آ کر رحلت کی اور وہیں دفن ہوئے (دیوانِ جہان: ۱۶)

۲۔ ہندی: ضیا قلی، نغز: رضا قلی بیگ۔ در فنِ طبابت دستے دارد۔

۳۔ ہندی: در ایامے کہ فقیر از شاہجہاں آباد در لکھنؤ آمدہ اول طرحِ مشاعرہ او انداخت۔
نغز: چندے در لکھنؤ طرحِ مشاعرہ بہ خانۂ خود انداخت۔

۴۔ صاحبِ دیوان تھے (گلشنِ ہند: ۶۱)

۵۔ نغز: اول۔ ہندی: لڑتے تو رات اس سے میں غصہ میں لڑلیا۔

۶۔ نغز: کو ۷۔ ہندی: پر جب وہ اٹھ چلا

آشفتہ ص ۲۴

۱۔ طبقاتِ سخن سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۲۲۱ھ میں زندہ تھے (یادگارِ شعرا: ۱۵)، قاسم ان کے لیے دعائیہ کلمہ "سلمہ ربہ" لکھتے ہیں (مجموعۂ نغز: ۱/۳۸)

۲۔ نغز: عظیم الدین خاں [illegible] خاں

۳۔ حالات کے لیے دیکھیے۔ مخزنِ نکات: ۱۰۸، گلشنِ سخن: ۲۴۴، تذکرۂ ہندی: ۲۲۹، مجموعۂ نغز: ۲: ۱۵۱، عمدۂ منتخبہ: ۶۰، مجمع الانتخاب: ۲۹۱ (مرتبہ نثار احمد فاروقی)، تذکرۂ عشقی: ۲۳۳

۴۔ ہندی: "در ریختہ زبانے و بیانے پیدا کردہ دیوانے درست ساختہ" لیکن ظاہراً دیوان مصحفی کی نظر سے نہیں گزرا۔

۵۔ نغز: در مقطعِ ہر غزل رعایتِ تخلص مضمونِ زلف بستن لازم گزیدہ

امین ص ۲۴

۱۔ اضافہ از نغز

۲۔ سرور لکھتے ہیں: امیر محمد امین "سیدے بود در بنارس" احوال او کما حقہ دریافت خاطر نیست۔ اس کے بعد یہی شعر دل سے بہ وہ۔۔۔ الخ (دیباچہ عمدۂ منتخبہ: ۴۳) نغز: گویند سید زادہ بود در بنارس۔

۳۔ نغز: شاگردِ میر غلام علی آزاد بلگرامی۔۔ در آخر با بمالکِ جنوبیہ رختِ سفر کشیدہ، ہما بجا رحلِ اقامت انداخت۔

۴۔ تذکرۂ شوقی: بھی

۵- یہ شعر شوق کے تذکرے میں منسوب بہ مرزا جان طپش (طبقات الشعراء: ۴۰۸)، اس کے برعکس قائم نے اسے سوز کی طرف منسوب کیا ہے (مجموعۂ نغز: ۱/۳۳۵)

انشا ص ۴۴

۱- انشا کی ولادت مرشد آباد میں عہد میر قاسم میں تقریباً ۱۱۶۹ھ میں ہوئی، سال وفات اگرچہ مصحفی کے قطعۂ تاریخ میں ۱۲۳۲ھ ہے لیکن غالباً ۱۲۳۳ھ ہی صحیح ہے۔

۲- ہندی: در ہر سہ زبان (عربی، فارسی، اردو) می گوید۔ مثنوی شیر و برنج در جواب نان و حلوای مولانا بہاء الدین آملی بسیار بصفا گفتہ۔

۳- کلیات کے نسخے کثرت سے ملتے ہیں۔ قدیم ترین مطبوعہ نسخہ وہ ہے جو محمد حسین آزاد کے اہتمام سے ان کے والد مولوی محمد باقر کے مطبع دہلی اردو اخبار میں ۸ رجب ۱۲۷۱/۲۶ مارچ ۱۸۵۵ء کو چھپ کر تیار ہوا۔ یہاں الٰہ آباد ہندستانی اکیڈیمی کے نسخے (کلام انشا مرتبہ مرزا محمد عسکری) سے استفادہ کیا گیا ہے۔

۴- یہ شعر بلکہ اس زمین میں غزل ہی کلام انشا میں نہیں ہے۔ لیکن دیکھیے نغز: ۱/۸۲

۵- کلام انشا: کسی ۶- کلام انشا: باہم

۷- کلام انشا: سوجھی۔

۸- کلام انشا: چند مدت کو فراق صنم و دیر تو ہے / پہلے پھر کعبہ بھی ہو آئیں بھلا سیر تو ہے

۹- کلام انشا: تس پر یہ مجھ سے پوچھنا۔

۱۰- کلام انشا: گر نازنیں کے کہنے سے مانا برا ہو کچھ، نغز: برا مانتے ہو تم۔

۱۱- کلام انشا: کو

اوباش ص ۴۵

۱- نغز: بجنوری ۔۔ مشق سخن از ۔۔ مصحفی نمودہ، ہندی: روزے چند کلام خود را بنظر مولف (مصحفی) گزرانیدہ۔

۲- مصحفی نے ۱۲۰۹ھ کے لگ بھگ انھیں "جوان صلاحیت شعار" لکھا ہے۔ منتخب اور نغز کی ترتیب کے دوران میں وہ زندہ تھے لیکن بے خار کی تالیف (تقریباً ۱۲۵۰ھ) سے پہلے وفات

پا چکے تھے ۲- ہندی، نغز: وہ ہمیں سے آنکھ

برکت ص ۴۵

۱- نغز: روزگارش بہ شاہجہان آباد ۔۔ در سرکار یکے از امرائے فرنگ ۔۔ کہ بہ نظامت دہلی سرافراز است بعلاقۂ منشی گری، متعلق است۔

۲- فرخ آباد میں ۱۲۴۴ھ میں وفات پائی (طبقات الشعرائے ہند: ۳۱۱)

۳- منتخب: کس طرح سے، طبقات الشعرائے ہند: کسی طرح سے۔

۴- اصل: "ٹھکانا" (تصحیف، نغز میں ٹھیک ٹھکانے ہی ہے۔

۵- نغز: ایک ہی دم کے لیے۔ ۶- نغز میں نو شعر کی پوری غزل ملتی ہے۔

بشیر ص ۴۶

۱- نغز: میر بشارت علی ۔۔ از چندے بہ بلدۂ لکھنؤ سکونت داشت ۔۔ تقدیر ۔۔ در مرشد آباد انداخت، در اشنا مراجعت بوطن ۔۔ بہ مرض راہی ملک بقا گشت ۔۔ جوان نیک نہاد بود۔ نغز اور منتخب کی ترتیب سے پہلے وفات پا چکے تھے۔ کریم الدین لکھتے ہیں: ۱۲۰۳ھ میں موجود تھا (ص: ۲۸۳)

۲- مصحفی (ف ۱۲۴۰ھ) کے حالات کے لیے دیکھیے: ہندی: ۲۳۰، عشقی: ۲۴۸، نغز: ۲۱۲/۲، منتخب: ۲۹۳، انتخاب دواوین (صہبائی): ۱۰۵، ۱۰۶، ۵۹

۳- نغز: ہے

بقا ص ۴۶

۱- سال وفات علی لطف نے (گلشن ہند) ۱۲۰۱ھ لکھا ہے، ہندی اور عشقی کی ترتیب کے دوران یہ زندہ تھے۔ اور روز روشن میں لکھا ہے کہ وہ ۱۲۲۰ھ تک زندہ تھے۔

۲- بعض تذکرہ نگاروں نے ان کا نام محمد بقا لکھا ہے مثلاً شاہ محمد کمال (مجمع الانتخاب ورق ۹، نغز (کلب)، گلشن ہند لطف: ۱۰، عشقی: ۹۲

۳- نغز: شعر فارسی بہ اصلاح مرزا محمد فاخر مکین رسانیدہ و شعر ریختہ از نظر شیخ ظہور الدین حاتم گزرانیدہ۔

پروانہ ص ۴۸

۱۔ ہندی: عرف کاکاجی۔ ناسخ کے ایک قطعے سے پروانہ کا سالِ وفات ۱۲۲۸ مستخرج ہوتا ہے۔ (کلیاتِ ناسخ: ۲۹۵ ، مطبع مرتضوی لکھنؤ، اشپرنگر: فہرست کتاب خانہ شاہانِ اودھ)۔ اور نساخ (سخنِ شعرا: ۸۰) نے بھی یہی لکھا ہے۔ سری رام کا سالِ وفات ۱۲۵۵ بتانا ٹھیک نہیں ہے (خمخانۂ جاوید ۲: ۱۲۰)۔ خواجہ عشرت لکھنوی سالِ وفات ۱۲۸۵ بتاتے ہیں (ہندو شعرا: ۳۲) یہ بھی صحیح نہیں۔

۲۔ مصحفی نے ہندی میں اچھا مفصل ترجمہ دیا ہے۔

نغز: ورفارسی ... شاگردِ میر سکھ دیوانہ ... و در ریختہ گوئی اول تلمذ بہ محمد تقی میر و از ان پس بہ میر حسن صاحب مثنوی بدر منیر ... و در آخرہا ... بہ غلام ہمدانی مصحفی توسل جستہ۔

۳۔ احمد علی یکتا نے ان کے دیوان کا ذکر کیا ہے (دستور: ۱۱۱) دیوان کا ایک قلمی نسخہ ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ کے کتب خانے میں موجود ہے۔

تاباں ص ۴۸

۱۔ علی لطف نے تاباں کو سودا کا شاگرد لکھا ہے لیکن یہ بے سند ہے۔ احمد علی یکتا نے انھیں شاہ حاتم اور بہ تحقیق بعض محمد علی حشمت کا شاگرد لکھا ہے (دستور الفصاحت: ۶۲، گلشنِ گفتار (ص ۱۲) از حمید اورنگ آبادی میرزا جانِ جاناں۔ حاتم کے دیوان زادہ میں یہ شعر ملتا ہے:

ریختہ کے فن میں ہیں شاگرد حاتم کے بہت
پر توجہ دل کی ہے میری تاباں کی طرف

عبدالحق لکھتے ہیں حاتم نے دیوان کے دیباچے میں جہاں اپنے شاگردوں کے نام لکھے ہیں اس فہرست میں تاباں کا نام بھی شریک ہے (مقدمہ دیوانِ تاباں مطبوعہ)۔ دیوان زادے کے مروجہ نسخوں کے دیباچے حاتم کے شاگردوں کے ذکر سے خالی ہیں لیکن قاسم نے ایک ایسے نسخے کی نشاندہی کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

ہندی، نغز: سرتی۔

۷۔ متن مطابق دیوان لیکن مخزن نکات: پیارے وہ تری

۸۔ مخزن، ہندی، نغز، دیوان: مت آئیو اے وعدہ فراموش تو اب بھی

۹۔ ہندی، دیوان: وائے بے خلل سی جا ہو

۱۰۔ ہندی: جاتا ہے ۱۱۔ ہندی: بولیے

بیتاب ص ۴۸

۱۔ اصل: اعظم لیکن قاسم نے نام محمد عظیم الدین (مجموعۂ نغز: ۱/۱۲۷)، میر حسن نے عظیم اللہ (تذکرۂ حسن: ۲۱) علی ابراہیم خاں (گلزار: ۰۰) اور سرور نے محمد عظیم لکھا ہے (تذکرۂ سرور ۸۲) اور یہی صحیح ہے جیسا کہ انھوں نے خود اپنی ایک تصنیف میں لکھا ہے جس کا ایک نسخہ کتاب خانۂ خدا بخش میں محفوظ ہے (حواشی تذکرۂ ابن طوفان: ۵۱) اعظم، عظیم کی خرابی ہے۔

بیتاب ص ۴۸

۱۔ اصل: سوک رام، لیکن ان کے نام میں اختلاف ہے۔ سیوک رائے (ریاض الفصحا: ۱۸، شوق (تذکرہ: ۳۳۶) اور قائم نے سنتوک رائے نام لکھا ہے (مخزن نکات: ۱۹۵) اور یہی صحیح ہے۔ قائم چونکہ اُن سے ذاتی طور پر واقف تھے اس لیے اُن کا بیان زیادہ معتبر ہے: "بافقیر قدم دوستی دارد و شعر خود نیز از نظر ہیچ مداں می گزراند۔" کاتب نے غالباً سنتوک رائے ہی لکھنا چاہا تھا۔

۲۔ سالِ وفات معلوم نہیں لیکن تذکرۂ شوق کی ترتیب کے زمانے میں ۱۲۰۰ھ کے لگ بھگ، وہ چاند پور میں مقیم تھے (معاصر: ۲/۲۷) اور گوشہ نشینی کی زندگی گزار رہے تھے (تذکرۂ شوق: ۳۳۶)۔ مجموعۂ نغز: بندر سے مطبع الاسلام

۳۔ شوق نے مختصر دیوان کا ذکر کیا ہے جو اب نایاب ہے۔ دیوانِ مختصر ریختہ ترتیب دادہ جناب قاضی عبدالودود نے مختلف تذکروں سے اُن کے ... شعر جمع کر کے رسالۂ معاصر (۲۲۲) میں چھاپ دیے ہیں۔

تلامذہ بسیار داشت۔ در دیباچۂ دیوان نام چہل و پنج کس از شاگرداں خود، بوشتہ تحریر کشیدہ (مجموعۂ نغز ۱: ۱۰۰)۔ مولوی عبدالحق کا ماخذ معلوم نہیں خود دیوانِ تاباں میں شاگرد کے نام کا ذکر موجود ہے۔

اور ہی ڈھب ہوا ہے تب سے اس کے شعر کا
جب سے حاتم نے توجہ کی ہے تاباں کی طرف

غالباً تاباں ابتدا میں حاتم کے شاگرد تھے، بعد کو محمد علی حشمت (ف ۱۱۶۱ھ) کے شاگرد ہوئے۔ نکات الشعرا اور مجموعۂ نغز سے یہی پتا معلوم ہوتا ہے۔ دیوانِ تاباں کی داخلی شہادت سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے (دیکھیے "مثنوی در مدحِ استادِ خود حشمت"، دیوان: ۲۵۸) اس میں شاگردیِ حشمت کا اعتراف موجود ہے۔ ہندی میں بھی شاگردیِ حشمت کا ذکر ملتا ہے۔

۳۔ عبدالحق نے تاباں کا سال وفات ۱۱۶۱ھ اور ۱۱۶۹ھ کے درمیان متعین کیا ہے اور یہ صحیح ہے (مقدمۂ دیوان: د)

۴۔ دیوان: اے میری جگر   مجموعۂ نغز: ہے، میاں

۵۔ دیوان: کہتے ہیں، اگر مجھ سے روٹھے ہیں، یہ ہیں باتیں۔

۶۔ دیوان: گئی

تاب   ص ۲۹

۱۔ اصل: تاب، تذکرۂ شورش اور تذکرۂ ذکا میں بھی "تاب"

۲۔ منتخب: اصلش از کشمیر

۳۔ ان میں سے دوسرا، تیسرا اور چوتھا شعر خود مفتی صدرالدین آزردہ کی طرف منسوب ہیں (گلشن ہمیشہ بہار: ۳۰)، لیکن یہاں آزردہ خود ان اشعار کا خالق اپنے ایک شاگرد کو بتاتے ہیں۔ شعر ۲ گلشن ہمیشہ بہار (ص ۹۰)، گلشن بے خار (ص ۲۹)، تذکرۂ کریم الدین (ص ۲۰۹)، اور سخن شعرا (ص ۸۰) میں تاب کی طرف منسوب ہے۔ ان تذکروں میں اس زمین کا ایک اور شعر: خوب ہوتی ہمیشہ سے تمہاری آنکھیں   تو کہاں ہے کہ نہیں مری، اے فتنۂ الیسی

بھی تاب کی طرف منسوب ہے۔ یہ شعر گنج شایگاں مؤلفہ سید الطاف حسین کاظم عسکری (لاہور، ۱۸۹۳) میں آزردہ کی طرف منسوب ہے۔ مولوی عبدالقادر خاں "چیف" وقائع عبدالقادر خانی میں لکھتے ہیں:

جس وقت بندے نے ان کو دیکھا تھا ان کی توجہ اشعار ریختہ و فارسی کی طرف مطالعۂ کتب علمیہ سے زیادہ تھی۔۔۔۔ ان کا یہ شعر مجھے یاد ہے:

یا تنگ نہ کر ناصحِ ناداں! مجھے اتنا
یا مجھ کو دکھا دے دہن ایسا، کمر ایسی

ایک دوسرے شخص کی زبان سے ایک شعر اسی غزل کا سنا، جو خود کی طرف نسبت کرتا تھا:

مکھڑا وہ بلا، زلفِ سیہ فام وہ کافر!
کیا خاک جیے جس کی شب ایسی، سحر ایسی

میری رائے میں یہ دونوں شعر ایک ہی شخص کا کلام نہ ہوں تو بھی دوسرے کے منہ پر ہاتھ نہیں رکھا جا سکتا۔ (علم و عمل ۱: ۲۷۵)

۴۔ گلشن ہمیشہ بہار: غضب   ۵۔ خمخانۂ جاوید، وقائع عبدالقادر خانی: یہ کافر

۶۔ گنج شایگاں: لائے   ۷۔ خمخانہ: بالیں پہ کھڑا روتا ہے، راتوں کو مسیحا

تجلی   ص ۲۹

۱۔ نام میں اختلاف ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے مضمون "تجلی دہلوی" از مختار الدین احمد (دلّی کالج میگزین (میر نمبر): ۷۹، دہلی ۱۹۶۲ء)

۲۔ نغز: بعرب سرائے سکونت ورزیدہ۔۔ تقدیر بخشش یہ دیار شرقیہ رخصت فرمودہ، جہانِ داعیِ حق را اجابت فرمودہ۔۔۔ مثنوی لیلیٰ مجنوں۔۔ خوش گفتہ (وفات قبل از ۱۲۲۱ھ)

۳۔ مصحفی، احمد علی یکتا اور شیفتہ نے ان کے ضخیم دیوان کا ذکر کیا ہے۔ مشائخ کی نظر سے ان کا دیوان گزرا تھا، معلوم نہیں، یہ کس حد تک صحیح ہے۔ اب ایک مختصر دیوان ملتا ہے، اس کے نسخے بھی کمیاب ہیں۔ کتب خانۂ آصفیہ حیدرآباد میں ایک نسخہ ہے، ایک نسخہ مصنف کی زندگی

مجموعۂ نغز: ۱/۱۴۹؛ مجمع الانتخاب: ۲۰۰؛ دستور ترین تذکرے از شاہ محمد فاروقی؛ تذکرۂ شوق: ۵۹۰؛ گلشن بے خار: ۳۳؛ اور تذکرۂ کریم الدین: ۲۹۳)

۲۔ مصحفی نے ہندی (ص ۷۵) میں جس کا سال تکمیل ۱۲۰۹ھ ہے ، ان کی عمر ۲۵ سال بتائی ہے ۔ شاہ کمال مجمع الانتخاب (ص ۲۰۰) میں ان کے لیے دعائیہ کلمہ "حق تعالیٰ سلامت دارد" استعمال کرتے ہیں ۔ قاسم صیغۂ حال میں ان کا ذکر کرتے ہیں (مجموعۂ نغز: ۱/۱۴۹) کریم الدین (ص ۲۹۳) کا لکھنے کا انداز ایسا ہے جیسے وہ ۱۲۴۷ھ میں زندہ ہوں ۔ بہر حال ۱۲۲۱ کے لگ بھگ وہ ضرور زندہ تھے ۔

۳۔ نغز: گریں ، ہندی: رونا کہیں موقوف کریں ۔

تعشق
ص ۱۴

۱۔ تذکرۂ کریم الدین (جو ۱۲۴۷ھ میں مکمل ہوا) میں ہے کہ وہ مدرس دوم مدرسۂ عربی دہلی میں ہیں ۔ گلشن بے خار: بالفعل مدرس مدرسۂ انگریزی واقع شاہجہاں آباد ، اور یہ کہ ان کی عمر ۴۰ سال کے قریب ہے ۔ اشپرنگر لکھتا ہے: اس وقت (۱۸۵۲ء) میں یہ دہلی کے کالج میں عربی کے پروفیسر ہیں اور ان کی عمر تقریباً ۵۰ سال کی ہے (یادگار: ۳۷۵) اگرچہ عمر کے تخمینے میں کریم الدین اور اشپرنگر کا اتفاق نہیں ہے لیکن ظاہر ہے کہ وہ ۱۸۵۲ء تک زندہ تھے ۔

۲۔ حافظ میر عزت اللہ عشق ، حکیم قدرت اللہ خاں قاسم (مؤلف مجموعۂ نغز) کے بیٹے ۔ دیکھیے آگے نمبر ۹۰

۳۔ "کتابے در حال فتح غزنی مجھے نوشتہ است" (گلشن ہمیشہ بہار: ۹۲) دیوان مرتب ہوا تھا یا نہیں اس سے متعلق کوئی اطلاع نہیں ملتی ۔

تنہا
ص ۱۴

۱۔ ہندی: وطن بزرگانش شاہجہاں آباد ، خودش در لکھنؤ تولد یافتہ ۔ نغز: بنیاد گاہش از خاک پاک ... دہلی بود ۔

۲۔ ہندی: شوق مرثیہ خوانی و گفتن سلام ہم دارد و در روزگار در فرقۂ سپاہ گری بسر می نماید ۔ تذکرۂ ہندی کی ترتیب کے وقت مصحفی نے ان کی عمر ۲۰ سال بتائی ہے (انجام تذکرہ ۱۲۰۹ھ)

بقول قاضی عبدالودود صاحب سال وفات ۱۲۲۲ھ (معاصر ۴/ ۲۲)

۳۔ نغز میں "پر" نہیں ہے ۔ ہندی: آئے تو دیے ۔

۴۔ ہندی: میں کتنا کہا

ثابت
ص ۳۱

۱۔ گلشن بے خار (ص ۵۸) اور تذکرۂ کریم الدین (ص ۲۹۰) میں نام اجابت خاں لکھا ہے ، گلستان بے خزاں (ص ۵۹) اجابت علی خاں جو یقینی ہے کہ ناسخوں کی تحریف ہے ۔

۲۔ دیکھیے نیچے نمبر ۸۹

۳۔ سال وفات مطابق تذکرۂ عشقی (ص ۱۱۴) ۱۲۰۸ھ ۔ اشپرنگر نے عشقی کے حوالے سے وفات ۱۲۰۱ھ کی لکھی ہے (یادگار: ۵۷)

۴۔ نغز: آنکھ

شنا
ص ۳۱

۱۔ مجموعۂ نغز کی ترتیب کے وقت یعنی ۱۲۲۱ کے لگ بھگ زندہ تھے ۔

۲۔ ان کے ذکر سے شعراء کے تذکرے خالی ہیں ، قاسم نے شنا کے ترجمے میں استطراداً صرف اسی قدر لکھا ہے "شاہ مشتاق طلب کہ از ان دیار (عظیم آباد مراد ہے) مشہور و معروف است" (نغز: ۱/۳۵۲) عظیم آبادی تذکرہ نگار بھی اس کے متعلق خاموش ہیں ۔ تذکرۂ عشقی (ص ۲۴۱) سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ نام مشتاق علی تھا اور میر ہدایت علی مائل عظیم آبادی بھی ان کے شاگرد تھے ۔

۳۔ ہندی ، نغز: ہے ۔

جرأت
ص ۳۲

۱۔ (الف) یحییٰ امان یا یحییٰ امان ، بقول مصحفی ان کا آبائی نام تھا "یحییٰ جرأت کہ خود را از اولاد بچہ ہائے امان می گوید" خود جرأت کا ایک شعر ہے:

جرأت کہے تھا کل وہ کسی سے یہ الاماں!

بیمار کہوں نہ ، مجھ کو جو یحییٰ امان ہے

ہیں۔ گویا ۱۲۴۹ — ۱۲۵۰ سالِ وفات ہے۔

۲۔ ۱۱۵۹ھ — ۱۲۰۸ھ   ۳۔ ہندی: متوفی ۱۲۶۰ھ

۴۔ منتخبہ: دی کو

۵۔ مطابق روایت سرور، لیکن مجموعۂ نغز میں: سینے ہیں (سیتے ہیں بہتر ہے)

۶۔ نغز: روز افزوں

جوہر   ص ۴۴

۱۔ تذکرۂ میر حسن کی ترتیب (۱۱۸۹—۱۱۹۲ھ) سے پہلے خانہ جنگی میں مقتول ہو چکے تھے۔ حالات کے لیے دیکھیے: تذکرۂ میر حسن: ۴۴ "تذکرۂ عشقی: ۱۸۰" گلزارِ ابراہیم: ۹۹

۲۔ سرور اور قاسم کے پاس بھی کوئی مزید اطلاع نہیں۔ دونوں نے شعر بھی یہی ایک درج کیا ہے جو یہاں مرقوم ہے۔   ۳۔ منتخبہ: گا ہے۔

جوش   ص ۴۴

۱۔ ہندی: جوانیست درمذاق گیر۔ نغز: رحمو' دے مجھے یو دعای' از شاگردان مرزا فدوی بعد جلش می گفت کہ از ... مصحفی توسل جستہ ام۔ حال آں کہ مصحفی نے فدوی کا نام تک نہیں لیا اور بصراحت لکھا ہے: آخر آخر خود ہم چیزے موزوں کردن شروع نمودہ برائے اصلاح آں بفقیر آوردہ۔

۲۔ تذکرۂ ذکا: انھوں نے دو دیوان مرتب کیے' ایک ہزلیات کا' دوسرا غزلیات و رباعیات وغیرہ کا (یادگار: ۴۳)   ۳۔ نغز: کیا کیا ؛

جہاندار   ص ۴۳

شاہ عالم ثانی (۱۱۷۳—۱۲۲۱ھ) کے ولی عہد تھے۔ جہاندار کی پیدائش ۱۱۷۶ھ کے لگ بھگ قرار دینی چاہیے (مقدمۂ دیوان: ۱۹)؛ سالِ وفات علی لطف (گلشنِ ہند: ۹۰) اور شیفتہ (گلشن بے خار: ۵۳) نے ۱۲۰۱ھ لکھا ہے اور بیلی نے ۲۵ شعبان ۱۲۰۲ھ؛ ڈاکٹر وحید قریشی اسی کو ترجیح دیتے ہیں (مقدمہ: ۲۳)

مختصر دیوان لاہور سے ڈاکٹر وحید قریشی نے مرتب کر کے شائع کیا ہے، یہ صرف ۵۹ اشعار

پر مشتمل ہے۔

۲۔ دیوان: تری یہ نت کی رُلائی' گلشن بےخار: تری نا حق کی رُلائی'۔

حاتم   ص ۴۵

۱۔ ہندی: تاریخ تولدش از ... ظہور (۱۱۱۱ھ) ... عمدہ معاش ... سپاہی پیشہ۔ مصحفی نے تاریخ وفات کہی: آہ "صد حیف شاہ حاتم مرد" (۱۱۹۷)

۲۔ ہندی: دیوان قدیم خود را ... انگندہ دیوان جدید بزبان ریختہ گویان حال ترتیب دادہ "دیوان زادہ" نامش گذاشتہ ... میر تقی میر ... اکثر او را در شاعرو بطریق ظرافت "واو الشعرا" می گفت۔

۳۔ در دیباچۂ دیوان نام چہل و پنج کس از شاگردان خود بہ رشتۂ تحریر کشیدہ (مجموعۂ نغز' ۱: ۱۸۰)

۴۔ حاتم لکھتے ہیں: از انصاف گذشتہ بحر حِرم "استاد" بیت کی فرمودہ کہ بارسے از زبانِ استاد دوراں شنیدہ ام کہ ایں مصرع می خواند:

"جز شاگردی من نیست استاد مرا"

و می گفت کہ ایں در حقِ استادی من و شاگردی مرزا است (مجموعۂ نغز' ۱: ۱۸۰)

۵۔ دیوان کی تفصیلات کے لیے دیکھیے حواشی تذکرۂ حیدری: ۵۱—۵۲۔ اس کے بعد لاہور سے ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار نے دیوان حاتم کا انتخاب شائع کیا ہے۔

۶۔ قدرت اللہ شوق نے اس شعر کو شہاب الدین ہے تاب سے منسوب کیا ہے (طبقات الشعرا: ۱۵۴) لیکن شعر دیوان زادہ (نسخۂ مسلم گڑھ؛ عبد السلام کلکشن: ۹۱ ۸/۲ میں موجود ہے (ورق: ۱۹۱) اس پر لکھا ہے "زمین طرحی ۱۱۶۸ھ"

۷۔ دیوان زادہ: کس سے روائیاں ہیں' کس پر چڑھائیاں ہیں۔

۸۔ دیوان زادہ: نہ رہے۔

حجام   ص ۴۵

۱۔ ہندی: سپاہی پیشہ بود

۲۔ حجام کا سالِ وفات کسی مطبوعہ تذکرے میں نہیں ملا۔ تذکرۂ خیراتی لال بے جگر میں سالِ وفات

۱۲۰۳ھ درج ہے' وفات دہلی میں ہوئی' عمر ۳۵ سال سے متجاوز تھی' گویا سالِ ولادت ۱۱۶۸ھ کے لگ بھگ ہونا چاہیے۔ میر تقی میر نے انھیں کی ہجو میں نظم لکھی ہے 'در مذمت آئینہ دار'

موشگافوں کا نہیں ہے نام اب   مدعیِ شعر ہیں حجام اب

۲- ہندی، نغز: شاگرد مرزا رفیع سودا ۔۔۔ دست بیعت بہ مولوی فخر الدین (دادہ)

۳- ہندی: سے دل میں کہ اگر رو دوں ان آنکھوں سے پوچھوں۔ نغز: کہ ان آنکھوں سے یہ پوچھوں

۴- ہندی: بیچتے   ۵- نغز: ہم

حزیں   ص ۳۶

۱- محمد علی حزیں' وجود خارجی سے محروم ہے (شعر و سخن: ۱۳۴)' سرورِ منتخبہ: ۲۱۶) اور شوق (طبقات: ۹۰) نے اس کا ذکر کیا ہے، لیکن یہ دونوں غیر محتاط ہیں۔ قائم نے صرف ایک حزیں' میر محمد باقر کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے: اشعارے کہ ۔۔۔ اعظم الدولہ ۔۔۔ در تذکرۂ خود بنام محمد علی حزیں نوشتہ اند' از ان میر باقر حزیں است (مجموعۂ نغز ۱/ ۲۰۱) مرزا مظہر کے عہد میں حزیں تخلص کا صرف ایک شاعر گزرا ہے جس کا تعلق عظیم آباد سے رہا ہے اور اس کا ذکر عشقی اور شورش نے کیا ہے۔ (شورش: ۲۲۱' عشقی: ۲۲۲)، آزردہ کا درج کردہ شعر تذکرۂ شورش: ۲۲۵' گلشن ہند (لطف): ۱۰۴' اور نغز ۱/ ۲۰۲ میں میر باقر حزیں کے نام سے موجود ہے۔ یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ یہی شعر میر حسن نے ظہور (جوان محمد شاہی از سلکِ متوسطین بود' معلوم نیست کہ کجاست) کے نام سے درج کیا ہے۔ شورش (آئینہ حزیں) کے ہاں دو دیوانوں کا ذکر ہے (دوسرا دیوان بجواب یقین)۔ شورش نے طویل انتخاب دیا ہے۔

میر باقر حزیں کی وفات عہد احمد شاہ (۱۱۶۱ - ۱۱۶۸ھ) میں ۱۱۶۶ھ سے پہلے ہوئی' اس لیے کہ تذکرۂ گردیزی (سالِ تالیف ۱۱۶۶) میں وفات کا ذکر موجود ہے۔

۲- شورش: گئے

۳- نغز کچھ تو کہیں' کچھ دل میں گریباں گزری۔ مجموعۂ نغز اور تذکرۂ شوق (مطبوعہ) میں: گریباں گزری' پریشاں گزری' دیباچے معروف، لیکن صحیح بہ یائے مجہول ہے جو ہم نے متن

میں لکھا ہے' اس لیے کہ چمنستانِ شعرا (ص ۱۳۱) تذکرۂ گردیزی (ص ۴۳) اور تذکرۂ شورش (ص ۲۲۶) میں اس کے بعد دوسرا شعر ہے:

شانِ مجنوں کی کسی کی نہ رہی نظروں میں
خیلِ آہو میں جو ہم چاک گریباں گزرے

حسن   ص ۳۶

۱- متنی: غلام حسین

۲- وفات ۱۱۹۲ اور ۱۱۹۸ھ کے درمیان واقع ہوئی ہوگی' حالات کے لیے دیکھیے 'میر ضاحک' از قاضی عبد الودود (علی گڑھ میگزین ' ۵۳-۱۹۵۲ء)

۳- ہندی: وطنِ بزرگانش ہرات۔

۴- نغز: در رسیدہ وارثہ' دہلی کہنہ تولدش واقع شد

۵- ہندی: شعر خود را از نظر میر ضیاء الدین ضیا ۔۔۔ می گذرانید۔ نغز: از سودا ہم استفادہ نمودہ۔

۶- تاریخ وفات 'عشرۂ محرم ۱۲۰۱ھ' مصحفی نے 'شاعر شیریں زباں' سے تاریخ نکالی ہے۔ عمر ساٹھ سال سے متجاوز ہوگی (ہندی)

۷- کلیات کے لیے دیکھیے حواشی تذکرۂ حیدری: ۵۹

۸- مجموعۂ نغز: غیروں۔ شیرانی نے 'وزن کے خیال سے تقدیم و تاخیر کرکے' 'لیے ساتھ غیروں کو آگئے' کر دیا ہے۔

۹- مجموعۂ نغز: بات کرنی۔ یہی روایت تذکرۂ میر حسن کی ہے۔

۱۰- ہندی: میں حشر کو کیا روؤں۔

حسن   ص ۳۶

۱- ولادت ۱۱۵۵ھ میں اور وفات روز شنبہ ۱۰ ذوالحجہ ۱۲۴۱ھ کو ہوئی۔ رستم نگر لکھنؤ میں مدفون ہوئے۔ گلدستۂ مرو ودی (طبع فرنگی محل لکھنؤ ۱۹۲۶ء/ ۱۳۴۵ھ) میں ناسخ اور فقیر محمد خاں گویا کے قطعات تاریخ وفات درج ہیں۔ ناسخ نے 'مہر اوج تصوف نہاں شد' سے تاریخ نکالی ہے۔ نزہۃ الخواطر (۰)، اور الاستفاضۃ فی ذکر ابی الصدد

کا لکھا ہوا دکتوبہ ۱۹۰۸ء پروفیسر مختار الدین احمد کے ذاتی کتاب خانے میں موجود ہے۔

۳۔ نغز: ایک ۵۔ یہ شعر دیوان تجلی (نسخۂ مختار) میں نہیں ہے۔

۴۔ دیوان (قلمی): ذرا آیا۔

۷۔ منسوب بہ عبد الحی تاباں (منتخب: ۵۰)، لیکن یہ شعر نہ دیوان تاباں میں ہے، نہ قلمی دیوان (نسخۂ مختار) میں۔

تحیر
ص ۳۰

۱۔ مجموعۂ نغز، سخن شعرا: غلام مصطفیٰ

۲۔ قاسم، شیفتہ، نصر اللہ خاں اور نساخ نے انھیں شاہ اللہ خاں فراق کا شاگرد لکھا ہے (مجموعۂ نغز: ۱۳۸، گلشن بے خار: ۴۱، گلشن ہمیشہ بہار: ۹۴، سخن شعرا: ۸۳)

تسلی
ص ۳۰

۱۔ ان کے حالات میں ایک مفصل مضمون سید مسعود حسن رضوی ادیب کا ماہنامہ آج کل کے سالنامہ ۱۹۴۹ء (۱۵ اگست) میں شائع ہو چکا ہے۔ ولادت ۱۱۸۰ھ، ۱۲۴۸ھ/ ۱۲۶۲ھ تک زندہ تھے (کریم الدین: ۳۶۳)

۲۔ نغز: اصلش از قصبۂ اٹاوہ۔ ہندی: وطن بزرگانش موضع کرہل قریب بہ اٹاوہ۔

۳۔ ہندی: انھوں نے اساتذہ کے دواوین جمع کرکے ایک انتخاب تیار کیا تھا، جس کے لیے مصحفی نے بھی اپنے دو اردو کے اور ایک فارسی کا دیوان اور تذکرۂ فارسی بھیجے تھے۔ اس انتخاب کا نام "مجموعۃ الشعرا" ہے، اور اس کا قلمی نسخہ لکھنؤ یونیورسٹی کے کتاب خانے میں ملتا ہے۔

۴۔ دراصل فارسی کے شاعر تھے اور اس میں استفادہ یقین سے کیا۔ (ہندی و نغز) اردو میں لے دے کے صرف سو شعر ملتے ہیں۔ اردو میں دس پندرہ غزلیں مصحفی کو ضرور دکھائی ہوں گی، لیکن ان کے باقاعدہ شاگرد نہیں تھے۔

۵۔ ہندی، نغز: تکی ۶۔ مرے انتظار

۷۔ ہندی، نغز: اب بھی

تسکین
ص ۳۰

۱۔ ریاض الفصحا: ۵۸، تذکرۂ ہندی: ۵۵، دستور: ۱۱۲ کے مطابق شاگرد منت۔ خوب چند ذکا: شاگرد نظام الدین ممنون (یادگار شعرا: ۵۳) نیز دیکھیے دستور الفصاحت: ۹۲۔ نساخ نے انھیں قمر الدین منت کے علاوہ احمد علی رسا کا بھی شاگرد بتایا ہے (سخن شعرا: ۸۸)

۲۔ مصحفی نے تذکرۂ ہندی (ص ۵۵) میں اُن کے صرف دو شعر لیے تھے۔ ریاض الفصحا کی ترتیب کے وقت وہ صاحب دیوان تھے (دراں روزہا اینقدر نشو و نمائی داشت حالاں ... شعرش بمرتبۂ بلند رسانیدہ)۔ اب مصحفی نے ان کے ۵۰ شعر درج کیے ہیں اور بظاہر ان کا دیوان تسکین اُن کے پیش نظر تھا۔ یہ لکھتے ہیں کہ اس قدر کلام جمع ہے کہ دو دیوان مرتب ہو سکتے ہیں، بلکہ ممکن ہے اس ایک سال کی مدت میں دیوان جمع بھی کر لیا ہو (دستور: ۱۱۲) طبقات الشعرائے ہند کی تالیف (۱۸۴۷ء) تک زندہ تھے (ص ۳۶۱)

۳۔ ہندی: توہم سے وہ ضم رکتا ہے۔

۴۔ نغز: اور جو چپ رہیے۔

تصور
ص ۳۰

۱۔ یہ صحیح نہیں، دیکھیے شاد کمال (مجمع الانتخاب: ۷۰، نشتر فاروقی) مصحفی نے ان کا نام سید احسان حسین ولد سید حیدر حسین لکھا ہے (ہندی: ۴۰)۔ طبقات سخن میں بھی یہی نام ہے (یادگار شعرا: ۵۲)۔ سرور نے سید حیدر حسین خاں لکھا ہے (منتخب: ۱۴۳)، آخر الذکر تذکروں میں ان کے باپ کا نام درج نہیں۔ غالباً قاسم اور سرور کو ان کے نام میں غلط فہمی ہوئی ہے۔ نساخ نے لکھا ہے کہ بعض تذکروں میں اُن کے والد سید حیدر حسین خاں کا تخلص "تصور" لکھا ہے (سخن شعرا: ۸۰) دیکھیے گلشن بے خار: ۴۲، تذکرۂ کریم الدین: ۳۴۰ (نام حیدر علی لکھا ہے)۔ شیفتہ نے سید احسان اللہ ولد حسین خاں لکھا ہے، یادگار شعرا: ۴۰۔ شیفتہ کا ماخذ معلوم نہیں ہو سکا۔ نغز: سید حیدر علی از اولاد کرام حضرت زید شہید، ہندی: از سادات زیدیہ۔

۲۔ نغز: قصبۂ نگوہ (نکوڑ)، ہندی: پنکوڑ۔ ٹھیک پنکوڑ ہے، جو لکھنؤ کے قریب ایک قصبہ ہے۔ (حالات اور کلام ان تذکروں میں دیکھے جائیں: تذکرۂ ہندی: ۴۰، تذکرۂ سرور: ۱۴۳)

کیا تھا (دستور الفصاحت: ۹۰)   ۲۔ نغز: میر حیدر علی شاہ

۳۔ ہندی: از چندے در سرکار راجہ ٹکیت رائے در سہاراں عزّ و امتیاز دارد۔

۴۔ بقول عرشی صاحب عہدِ آصف الدولہ میں بہار میں قتل ہوئے (دستور الفصاحت: ۹۰)، آصف الدولہ کا زمانہ ۱۲۱۲ھ میں ختم ہو جاتا ہے۔ تذکرۂ عشقی سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی ترتیب کے وقت لکھنؤ میں زندہ تھے [ص ۲۳۵]۔ علی لطف لکھتے ہیں: بالفعل ۱۲۱۵ھ بجامع بسار تنخواہ لکھنؤ میں رہتے ہیں اور اوقات بسر کرتے ہیں [ص ۲۰۹]۔ لیکن تذکرۂ سرور کے اندراج سے پہلے مقتول ہو چکے تھے۔ "در بہار از دستِ راجا دلپت سنگھ زخمے برداشتہ و راجا بجاں شجاعت راہی عدم کردہ، خود ہم از جہاں درگذشت" (عمدۂ منتخبہ: ۲۱۷)۔ خوب چند ذکا بھی بہار میں ان کا قتل ہونا لکھتے ہیں، لیکن بینی نرائن جہاں نے لکھا ہے کہ لکھنؤ میں وفات پائی (دیوانِ جہاں: ۹۱)

۵۔ بعد کو برگشتہ ہو گئے اور کسی کی شاگردی کا اقرار نہیں کرتے تھے (دستور: ۹۰)

۶۔ حالات و اشعار کے لیے دیکھیے تذکرۂ حسن: ۵۰

۷۔ ہندی: کل جو حیراں کو میں دیکھا روتے، عشقی:

کل جو حیراں کو میں روتے دیکھا   ہو گئی دو دکھنے کی گھات مری

شیرانی نے مصرعِ ثانی کی قرات مشکوک بتائی ہے، لیکن "دو دکھنے کی گھات" مجھ سے مصحفی لکھتے ہیں:

پر مجھ کو مناسب نہیں اس بات کا کہنا   سودا کے تئیں دو دکھوں امیرا یہ وبال ہے

۸۔ نغز: بات

حقیقت   ص ۳۸

۱۔ اصل متن میں لفظ 'حقیقت' واضح نہیں ہے، بلکہ 'حیران' یا 'جوان' سا معلوم ہوتا ہے۔ مصحفی نے تذکرۂ ہندی [ص ۸۹] اور قاسم نے مجموعۂ نغز [ص ۲۱۹] میں تخلص حقیقت لکھا ہے۔ یہ تینوں شعر مجموعۂ نغز میں موجود ہیں۔ ہندی میں خاصا مفصل ترجمہ ملتا ہے جو بہت دلچسپ ہے۔

۲۔ اگرچہ مصحفی اور بعض دوسرے تذکرہ نگاروں نے یہی نام لکھا ہے، لیکن صحیح میر حسین شاہ ہے،

جیسا کہ ان کی اپنی تصانیف سے معلوم ہوتا ہے۔

۳۔ ان کی پیدائش بریلی میں ۱۱۸۹ھ میں ہوئی اور وفات بقولِ نساخ مدراس میں (سخن شعرا: ۱۳۶)۔ نغز اور قاسم نے ان کا ذکر بصیغۂ حال کیا ہے، ظاہر ہے کہ آزردہ جب یہ ترجمہ لکھ رہے تھے، تو وہ زندہ تھے۔ سالِ وفات ۱۲۴۹ھ ہے جیسا کہ صنم کدۂ چین کے دیباچے میں، نیز تذکرۂ خوش معرکۂ زیبا مؤلفہ ناصر میں ہے۔ شیفتہ کا سالِ وفات ۱۲۹۰ھ بتانا ٹھیک نہیں ہے۔ حقیقت پر جو تفصیلی مضمون ڈاکٹر لطیف حسین ادیب نے معارف (جولائی، اگست ۱۹۷۰ء) میں لکھا ہے وہ ہمارے پیشِ نظر ہے۔

۴۔ دیوان کا ذکر نساخ نے کیا ہے۔ اس کے نسخے کم ملتے ہیں۔ ایک نسخہ کتاب خانۂ وزارتِ ہند، لندن میں محفوظ ہے، لیکن یہ نسخہ مکمل نہیں۔ دوسرا نسخہ انجمن ترقی اردو پاکستان کے کتاب خانے میں ہے اور ایک کلکتے میں۔ حقیقت آٹھ کتابوں کے مصنف تھے: تحفۃ العجم، خزینۃ الامثال، صنم کدۂ چین، مثنوی ہشت گلزار، مثنوی جذبِ عشق، تذکرۂ احباب، ہفت نثر، مثنوی ہیر امن طوطا۔   ۵۔ نغز: یوں

خلیق   ص ۳۸

۱۔ اصل: حسن (سہوِ کاتب)، ولادت ۱۱۸۳ھ تقریباً، وفات ۱۲۶۰ھ (معاصر ۱: ۱۶۰)

۲۔ میر حسن "خلیق جوان گرم اختلاط و باحیا، بامانی و قرابت متّصف، طبع رنگین و فکر رسا دارد، اصلاحِ شعر از والد خود میر حسن مرحوم گرفتہ" (منتخبہ: ۲۵۲)۔ نیز دیکھیے تذکرۂ ہندی: ۸۹، مجموعۂ نغز ۱: ۲۳۶، گلشنِ بے خار: ۶۹۔ ۱۸۰۳ء تک زندہ تھے۔ (خمخانۂ جاوید ۳: ۳۰)

۳۔ اپنے والد میر حسن کے بعد مصحفی سے اصلاح لی (ہندی: ۹۰)

۴۔ خلیق کی غزلیں بہت کم ملتی ہیں۔ جناب ذکی الحق صاحب، استاد شعبۂ اردو، بہار نیشنل کالج، پٹنہ نے بہت کلام جمع کیا ہے۔ شاہ کمال نے اپنے تذکرے میں ان کے ۵۰ شعر درج کیے ہیں۔ ان کے بہت سے مراثی جناب پروفیسر سید مسعود حسن رضوی ادیب کے پاس موجود ہیں۔

۵۔ منتخبہ: سب دیکھنے کو آئے۔

خیال ص ۳۹

۱۔ اصل: غلام حسین خاں۔ آزردہ کی طرح اور لوگوں نے بھی غلام حسین لکھا ہے لیکن صحیح غلام حسن خاں ہے (عمدۂ منتخبہ: ۲۲۶؛ گلشنِ بے خار: ۶۴)

۲۔ قاسم نے ۱۲۲۱ھ کے لگ بھگ "بسیار جوان خلیق" لکھا ہے (مجموعۂ نغز ۱: ۲۲۸)

۳۔ زورِ شعر اندکے و دیوان دارد قریب بعد ہزار بیت (گلشنِ بے خار: ۶۴)، غالباً شیفتہ ہی کے تتبع میں ناسخ لکھتے ہیں کہ ان کے فارسی شعر ایک لاکھ سے زائد ہوں گے (سخنِ شعرا: ۱۵۵)، نیز بہارِ بے خزاں: دونوں بیان ناقابلِ یقین ہیں۔ بیشتر تذکرہ نگار ان کا ذکر تک نہیں کرتے۔

۴۔ اصل میں کچھ اسی طرح پڑھا جاتا ہے۔ مجموعۂ نغز: یہاں حرارت دل پہ خوں کی ابھی تازی ہے دیوان: مصرعِ اولیٰ میں بازی ہے۔

درد ص ۳۹

۱۔ ۱۱۳۳—۱۱۹۹ھ۔ ہندی: در عہدِ فردوس آرامگاہ سپاہی پیشہ بود۔ آخر آخر ترک روزگار کردہ بر سجادۂ درویشی نشست ۲۔ خواجہ محمد ناصر عندلیب (وفات ۱۱۷۲ھ)

۳۔ ہندی: در علمِ موسیقی ہم مہارتِ تمام داشت

۴۔ دیوانِ درد کی مختلف اشاعتوں کی تفصیل کے لیے دیکھیے، حواشی تذکرۂ ابن طوفان (ص ۳۳)

۵۔ مصرع مطابقِ دیوان۔ ہندی: رہوں ہوں سیاہ پوش

۶۔ دیوان: مانع نہیں ہم ۷۔ ہندی: تماشا تری ہے

۸۔ دیوان: پھیر دیکھ (دیوان کے بیشتر خطی نسخے مطابقِ متن)

۹۔ اصل: آزردہ (تصحیح از دیوانِ درد) ۱۰۔ نغز، دیوان: ہماری نہ جا بھی

۱۱۔ ایضاً: بگڑنے ہے ۱۲۔ دیوان: منہ پھیر لیں وو

۱۳۔ دیوان: بیزار اگر مجھ سے ہو مختار ہو بہتر

۱۴۔ دیوان: سوزش ۱۵۔ نغز، دیوان: ہے دھونی ہے سوئی

۱۶۔ آتماں: آخر کا لفظ کونہ دیکھیے۔ اب متروک ہے۔ آتماں پڑتی ہے: بات جب آخر ہو جاتی ہے یعنی اس کا وقت نکل جاتا ہے۔

۱۷۔ دیوان: تب کہیں تیرے کان

۱۸۔ مخزنِ نکات، دیوان: کس کی نظر ہوئی کہ جو وہ بیمار ہو گیا (متعدد خطی نسخوں اور دیوان مطابقِ متن)

۱۹۔ دیوان: دیکھ ہے جبر تجھے بھی، نیز کچھ بھی خبر تجھے ہے۔

دل ص ۴۰

۱۔ عمدۂ منتخبہ: دل تخلص، دیبی پرشاد، قوم کایت، از ساکنانِ مرشد آباد (ص ۲۲۶)، آزردہ لکھتے ہیں زیادہ از حالش اطلاع نیست، سرور کو بھی اس سے زائد حال معلوم نہیں، آزردہ کا انتخابِ شعر بھی تذکرۂ سرور میں موجود ہے۔ یہی حال گلشنِ بے خار کا ہے جس کے مآخذ میں آزردہ کا تذکرہ بھی ہے۔ مجموعۂ نغز میں شاعر کا نام بینی پرشاد اور اسے "از سخن گویانِ عظیم آباد" لکھا ہے (۱: ۲۵۵)، لیکن عظیم آبادی تذکرہ نگاروں (عشقی، شورش، علی ابراہیم) کے تذکرے اس کے ذکر سے خالی ہیں۔

۲۔ عمدۂ منتخبہ: پیغام ہی نہ ہو، اور یہی صحیح ہے، اس غزل کا مطلع ہے:

اس کا علاج کیا ہے آرام ہی نہ ہو
ہر دم سوا تڑپنے کے کچھ کام ہی نہ ہو

نیز دیکھیے گلشنِ بے خار: ۷۰

دل سوز ص ۴۱

۱۔ تپل میں مضافاتِ علی گڑھ کے رہنے والے سپہ گری کے علاوہ موسیقی اور مصوری میں بھی ماہر (معیار الشعرا از ذکا)، نغز: رفیقِ ظفریاب خاں فرنگی۔ وفات بے پدر میں ہوئی (گلشنِ بے خار ۷۰)، سالِ وفات ۱۲۲۵ھ (مجمخانۂ جاوید ۳: ۱۹۴)

۲۔ نغز: مشقِ سخن از حکیم ثناء اللہ خاں فراق میکرد۔ معیار الشعرا: نصیر سے اصلاح لی۔

۳۔ دیوان غالباً ترتیب نہ پا سکا، بیاضِ سعادت یار خاں رنگین (مملوکۂ راقم الحروف) میں دلسوز کی چند غزلیں موجود ہیں۔ میں نے ۳۳ شعر اپنے مضمون "فراقی خاں دل سوز" (ہماری زبان، ۱۵ مارچ ۱۹۵۵ء) میں شائع کردیے ہیں۔

۴۔ مجموعۂ نغز: وہ منہ زلفوں سے ڈھانپے ہے، تذکرۂ سرور: ڈھانکے ہیں۔

٥- مجموعۂ نغز: "دیکھتے ہیں"۔

ذوق ص ۴۱

۱- وفات: ۱۲۷۱ھ (آبِ حیات: ۴۵۰)

۲- دیوان زندگی میں مرتب نہیں ہوا (گلشنِ بے خار: ۷۶)۔ سب سے پہلے کلام کا انتخاب نگارستانِ سخن میں چھپا۔ یہ انتخاب کس دیوان سے ہوا یا کس طرح، یہ نہیں کھلتا۔ صہبائی کے "انتخاب دواوینِ شعرائے مشہور زبانِ اردو" میں بھی انتخابِ ذوق موجود ہے [ص ۲۳۲-۲۵۰]۔ تاسی لکھتا ہے کہ ذوق کا دیوان بلکہ ان کا مؤلفہ ایک تذکرۂ شعرا بھی بوترو صاحب پرنسپل دہلی کالج کے پاس تھا۔ (تاریخ ادبیات ہندوی و ہندوستانی ۲: ۳۲۹) بظاہر دونوں باتیں غلط ہیں۔ ان کی وفات (۱۲۷۱ھ) کے آٹھ سال بعد حافظ ویران نے پہلی مرتبہ ان کا دیوان مرتب کرکے شائع کیا۔ یہ اڈیشن مختصر ہے اور سارے کلام پر مشتمل بھی نہیں، اور پھر یہ کہ اس میں کئی شعر سکندر، معروف اور منشی احسان اللہ محشر (شاگردانِ ذوق) کے ذوق سے منسوب ہوگئے ہیں۔ محمد حسین آزاد کا اڈیشن اگرچہ ضخیم ہے، لیکن یہ بھی مکمل اور مستند نہیں کہا جاسکتا۔ آزاد نے بقول شیرانی بہت سی غزلیں خود تصنیف کرکے اور انھیں استاد کے بچپن کا کلام کہہ کر دیوان میں داخل کردی ہیں۔ اب یہ فیصلہ کرنا کہ ان کے اڈیشن میں کتنے اشعار خود آزاد کی کاوشِ طبع کا نتیجہ ہیں، بہت دشوار ہے

۳- یہ شعر دیوانِ ذوق مرتبہ شمس العلما محمد حسین آزاد میں نہیں ہے۔ گلشنِ بےخار [ص ۵۷]: مصرعِ ثانی "اس" کے بجائے "ہم"

۴- دیوان: موت آتی ہے۔ گلشنِ بے خار میں مطابقِ متن۔

۵- یہ اور اس کے بعد کا شعر اصل دیوان میں تو نہیں، لیکن متفرقات میں موجود ہے (دیوانِ ذوق: ۳۲۹) نیز دیکھیے گلشنِ بے خار: ۷۶

۶- دیوان: وہ نہ جاگے رات اور یاں ضد سے بختِ خفتہ کی۔ گلشنِ بے خار میں مطابقِ متن۔

۷- یہ شعر مصحفی نے میر خلف ارشد میاں فقیر کی طرف منسوب کیا ہے (ریاض الفصحا: ۲۱۰)

۸- دیوان: یاں آتے آتے رہ گئے۔

۹- دیوان: دکھ یاں تو دم ہی نکلا جائے ہے۔

۱۰- دیوان: وداد رہے

۱۱- یہ شعر دیوان مرتبہ آزاد کے حصۂ متفرقات میں ہے [ص ۳۲۹، لاہور ۱۹۳۳ء]۔ فائق کے یہاں موجود ہے (مخزنِ شعرا: ۳۰)۔ انھوں نے دیوانِ ذوق کا ذکر بھی کیا ہے۔ شاید ان کے پیش نظر رہا ہو۔ یا ممکن ہے انھیں یہ کہیں اور سے ملا ہو۔ عمدۂ منتخبہ میں اگرچہ دیوان کا ذکر نہیں، لیکن یہ شعر موجود ہے [ص ۲۰۵]

ذوقی ص ۴۲

۱- تذکرۂ شفیق کی ترتیب کے زمانے میں لکھنؤ میں مقیم تھے [ص ۱۹] مرزا نے ان کا ذکر بصیغۂ حال کیا ہے، اور قائم نے بصیغۂ ماضی۔

۲- شعر را بطور یاراں می گوید (ہندی: ۹۸) نغز: بہ بلدۂ لکھنؤ در رشتۂ عباد از خوش نوائی [illegible]

۳- تذکرۂ ہندی: وہ صورت ۴- تذکرۂ ہندی: عزیز ال

رسوا ص ۴۲

۱- اس کے نام میں اختلاف ہے۔ مبتلا اور علی ابراہیم خاں نے نام مہتاب رائے لکھا ہے (گلشنِ سخن: ۱۳۶) لیکن نکات الشعرا [ص ۱۴۱]، تذکرۂ گردیزی [ص ۷۹]، تذکرۂ حسن [ص ۷۲]، مخزنِ نکات [ص ۱۰۸] اور تذکرۂ ہندی [ص ۱۰۷] میں آفتاب رائے، اور یہی صحیح ہے۔ نکات الشعرا کی ترتیب (۱۱۶۵ھ) سے پہلے فوت ہوچکا تھا، پھر چونکہ تذکرۂ گردیزی کی (تالیف ۱۱۶۶ھ) میں بھی ان کی موت کا ذکر ہے اس لیے رسوا کی وفات ۱۱۶۶ھ سے پہلے ہوئی ہوگی۔ مفصل ترجمہ تذکرۂ ہندی اور مجموعۂ نغز دونوں جگہ ہے۔ اس کا ماحصل یہ ہے کہ [illegible] کا بیٹا تھا اور دین و مذہب کی قید سے آزاد، کوچہ و بازار میں سرمست پھرا کرتا۔ روایت ہے کہ ایک جوہری بچے کا گرویدہ ہوگیا اور اسی کے ہاتھوں ہلاک ہوا۔ وصیت کی تھی کہ میری لاش کو شراب سے غسل دیا جائے۔ یہی کیا گیا، لیکن جسم و کفن بدبو سے خالی تھا۔ نغز میں ہے کہ بعض کے نزدیک وہ فرقۂ ملامتیہ کا فرد تھا۔ یہ مشہور شعر اسی کا ہے:

رسوا ہوا، خراب ہوا، در بدر ہوا — اس عاشقی کی بیچ میں جس کا گذر ہوا

رضا — ص ۴۳

۱۔ ہندی، نغز: مرزا محمد رضا از سکنۂ لکھنؤ۔ عمدۂ منتخبہ: رضا تخلص محمد رضا از تلامذۂ میرزا رفیع السودا۔ زیادہ از حالاتش آگاہی نیست (ص ۲۰۶) متن کے دونوں شعر تذکرۂ مذکور میں موجود ہیں۔ یاد رہے کہ یہ میر محمد رضا 'رضا' عظیم آبادی سے جن کا حال عشقی اور شورش کے تذکروں میں ملتا ہے، مختلف ہیں۔

۲۔ صاحب دیوان (تذکرۂ ہندی: ۹۹) دیوان شاہ کمال کے پاس تھا: دیوان بہ دستخط خود نوشتہ بفقیر داد، موجود است۔

رفیق — ص ۴۰

۱۔ اشپرنگر مجموعۂ نغز کے حوالے سے لکھتا ہے کہ یہ ۱۲۲۲ھ میں وفات پا چکے تھے (یادگار: ۱۰۰) یہ صحیح نہیں، بلکہ قاسم تو ان کے لیے دعائیہ کلمہ 'سلمہ اللہ تعالیٰ' لکھتے ہیں، گویا مجموعۂ نغز کی ترتیب کے وقت وہ زندہ تھے۔ حالات کے لیے دیکھیے 'مجموعۂ نغز' ۱: ۲۸۲؛ عمدۂ منتخبہ: ۲۹۸۔

۲۔ تذکرہ آمدہ دو نمبر ۶ ۳۔ نغز، منتخبہ: آہ ہوا

رقت — ص ۴۳

۱۔ متن: رفعت، لیکن صحیح رقت ہے (تذکرۂ ہندی: ۱۰۰)

۲۔ فرزند نے انھیں 'جوانے خوش فکر' لکھا ہے (عمدۂ منتخبہ: ۲۹۲) مصحفی تذکرۂ ہندی (سال تکمیل ۱۲۰۹) میں لکھتے ہیں کہ رقت کی اس وقت تیس سال کی عمر ہوگی (ہندی: ۱۰۰) لیکن جب وہ ریاض الفصحا مرتب کر رہے تھے تو یہ فوت ہو چکے تھے۔ مرزا شجاع الدین رنج کے ترجمے میں انھیں مرحوم لکھا ہے (ریاض الفصحا: ۵۱) اور رقت کے دوسرے شاگرد مرزا امام بخش رسم کے ترجمے میں لکھتے ہیں کہ رقت کی وفات کو چند سال ہوئے ہیں۔ (ریاض الفصحا: ۱۴۴) اس تذکرے کا سال تکمیل ۱۲۳۶ھ ہے۔

۳۔ تذکرۂ ہندی: در واقعہ ایام مشق سخن اش جرأت کردہ، لیکن زیادہ پیش نیست ... کہ من از جعفر علی حسرت ... استفادہ کردہ ام، یعنی لکھتے ہیں کہ دیوان مرتب تھا لیکن غزل

کے علاوہ اور اصناف میں کلام بہت کم ہے، بلکہ نہیں ہے (دستور: ۱۱۲) 'دیوان' کمال کی نظر سے گزرا تھا اور طویل انتخاب (۲۰ صفحے) ان کے تذکرے میں درج ہے۔ نساخ بھی انھیں صاحب دیوان لکھتے ہیں (سخن شعرا: ۱۸۹) مصحفی نے ان کے دو شاگردوں کا ریاض الفصحا میں ذکر کیا ہے۔ ۲۔ مجموعۂ نغز: گیسو

رنج — ص ۴۳

۱۔ سال وفات ۱۲۶۱ھ (سخن شعرا: ۱۹۱)

۲۔ دیوان غالباً مرتب نہیں ہوا۔ شیفتہ نے اپنے تذکرے کے لیے ان سے اشعار طلب کیے تھے جو انھوں نے بھیج دیے تھے ۳۔ یاد میں اس کی تصحیح از مجموعۂ نغز: ۱: ۲۷۷۔

۴۔ منتخبہ، نغز: تیغ و ناگوار

رنگین — ص ۴۳

۱۔ ولادت سرہند میں ۱۱۶۰ھ میں ہوئی، سال وفات ۱۲۵۱ھ

۲۔ نام طہماس بیگ تھا (مجموعۂ نغز ۱: ۲۰۸) رنگین خود لکھتے ہیں: باپ میرا یعنی محکم الدولہ طہماس بیگ خاں اعتقاد جنگ بہادر رومی۔ طویل عمر پا کر ۱۲۱۲ھ میں وفات پائی۔

۳۔ ہندی: در ایام آغاز شوق شعر تا در دہلی بود، شعر خود را از نظر شاہ حاتم می گزرانیدہ حالا ... دیوان خود را از اول تا آخر بنظر فقیر (یعنی مصحفی) در آوردہ ... ہمیشہ بحضور مرزا سلیمان شکوہ ... حاضر می باشد۔ نغز: بعد رحلت (حاتم) بمیاں محمد امان نثار رجوع جستہ۔

۴۔ تصانیف کی فہرست بلوم ہارٹ کی مرتب کردہ فہرست مخطوطات کتاب خانۂ وزارت ہند، لندن اور سعادت یار خاں رنگین مؤلفہ ڈاکٹر صابر علی خاں میں دیکھی جائے۔

۵۔ نغز، ہندی: تمام ۶۔ نغز: میں نے

۷۔ نغز: مرا

رونق — ص ۴۴

نغز میں 'خاں' نہیں ہے ... از خاندان لائق الاحترام۔ تذکرۂ عشقی کی ترتیب کے وقت وہ جوان اور غالباً عظیم آباد میں موجود تھے۔ بہ گمان غالب بہت دن بعد تک زندہ رہے

ہو گئے۔ حالات اور کلام کے لیے دیکھیے تذکرۂ عشق (ص ۲۹۶) عمدۂ منتخبہ (ص ۲۰۰) میں بھی مختصر سا ذکر ہے۔

۵۔ اب تک دیوان کے دو نسخوں کا پتا چلا ہے: ایک آکسفرڈ میں ہے اور دوسرا پٹنہ میں نواب زادہ سید محمد مہدی صاحب کے ذاتی کتب خانے میں۔ اس کے کچھ اجزا کی نقل راقم کے پاس بھی موجود ہے۔

زار — ص ۴۴

۱۔ متن میں میر مظہر علی نام موجود ہے لیکن تخلص سہواً لکھا نہیں گیا۔ ہندی اور مجموعۂ نغز دونوں میں میر مظہر علی زار تخلص کا تذکرہ ہے۔ لیکن یہاں جو شعر دیا گیا ہے، ہندی میں یہ میر جیون زار سے منسوب ہے اور نغز میں میر مظہر علی زار سے۔ شیفتہ اور کریم الدین بھی مصحفی کے ہمنوا ہیں۔ محسن نے تمام کا تتبع کیا ہے۔ شعر غالباً میر مظہر علی زار ہی کا ہے۔

۲۔ ہندی: بہ سرکار راجہ علی خاں شوکت جنگ علاقہ روزگار دارد و مخزن ابراہیم و تذکرہ سحن: مرزا علی خاں بہادر۔ صفحہ سے، بقول علی ابراہیم و میر حسن مولوی شاہ وجیہ اللہ کے شاگرد تھے۔

۳۔ ہندی۔ نغز: آ گئے ہیں۔

۴۔ ہندی: شب فرقت یہ "الٰہی!۔۔۔۔ جس۔ شب فرقت "تو الٰہی!" نغز مطابق متن۔

زار — ص ۴۴

۱۔ مجموعۂ نغز اور تذکرۂ سرورؔ کے زمانۂ ترتیب میں زندہ تھے۔

۲۔ اکبر شاہ ثانی (۱۲۲۱ھ۔ ۱۲۵۳ھ) مراد ہیں۔ نغز: در خواصان حضور پرنور بعدہ عالی نسبی با اقتیاز است۔ عمدۂ منتخبہ: در انشا پردازی نیز ماہر است (ص ۲۰۳)

۳۔ نغز: میر دو زبان سخن می گوید یعنی فارسی و ہندی۔۔۔ شاگرد۔۔۔ نصیر۔

سبقت — ص ۴۵

۱۔ سالِ وفات: ۱۲۳۵ھ

۲۔ قاسم نے نام اکبر علی لکھا ہے جو متعدد دوسرے تذکرہ نگاروں کے قول کے خلاف ہے۔ (دیکھیے تذکرۂ سرور: ۲۵۹، مجموعۂ نغز ۱: ۲۸۸، تذکرۂ ہندی: ۱۳۲)

۳۔ ہندی: بعد از ورود بنگالہ شاہ بہ لکھنؤ رسیدہ در ہیں جا توطن اختیار کردند۔

سخن — ص ۴۵

۱۔ تاہم دعائیہ کلمہ "سلمہ ربہ" لکھتے ہیں۔ گویا مجموعۂ نغز میں نام کے اندراج تک زندہ تھے۔

۲۔ مجموعۂ نغز: امتش از خطۂ کشمیر۔

۳۔ قاسم اور سرورؔ، دونوں نے لکھا ہے کہ فارسی اور اردو دونوں زبانوں میں شعر کہتے تھے لیکن ظاہرا کلام محفوظ نہ رہ سکا۔ دونوں نے صرف یہی ایک شعر نمونے کے طور پر درج کیا ہے۔ شیفتہ، کریم الدین اور نساخ کے یہاں بھی صرف یہی شعر ہے۔

۴۔ مجموعۂ نغز، گلشن بے خار: بھلا مرتے مرتے۔

سرسبز — ص ۴۵

۱۔ مجموعۂ نغز (تقریباً ۱۲۲۱ھ): جوانے است از عمدہ زادہائے عالی مقدار۔

۲۔ ہندی: سلسلۂ نسبتش در قوم مالک اشتر منتہی می شود۔

۳۔ مصحفی کے شاگرد تھے۔ مصحفی چار سال تک اصیفۂ شاعری ان کے ملازم اور رفیق بھی رہے تھے۔ وہ لکھتے ہیں کہ سترہ سال کی عمر میں دیوان مرتب ہو گیا تھا (تذکرۂ ہندی: ۱۱۸) سرورؔ انھیں دیوان ضخیم کا مصنف لکھتے ہیں (عمدۂ منتخبہ: ۳۲۰)

۴۔ تذکرۂ ہندی: میں "سرسبز" رہتا ہوں۔ مجموعۂ نغز مطابق متن۔

۵۔ ہندی، مجموعۂ نغز: کبھی

۶۔ تذکرۂ ہندی: ہمیں، مجموعۂ نغز: مجھے

۷۔ تذکرۂ ہندی: ویران

۸۔ مجموعۂ نغز: اونے

سرورؔ — ص ۴۶

۱۔ مجموعۂ نغز، گلشن بے خار: اعظم الدولہ نواب میر محمد خاں۔ ولادت ۱۱۸۵ھ اور ۱۱۹۰ھ کے درمیان (دستور سخن: ۳۲)، وفات شوال ۱۲۵۰ھ (گلشن بے خار: ۹۶)

۲۔ مجموعۂ نغز: اعظم الدولہ ابوالقاسم خاں بہادر مظفر جنگ۔ ان کے حالات تذکرۂ مردم دیدہ مؤلفہ حاکم لاہوری (ص ۱۴۰) اور گل رعنا مؤلفہ شفیق میں دیکھے جائیں۔ محرم ۱۱۰۹ میں مقتول ہوئے (دستور سخن: ۳۲)

٣۔ مجموعۂ نغز: استفادۂ کتب متداول از مرزا جان بیگ سامی نمودہ و مشقِ سخن در ابتدا از میر فرزند علی موزوں فرمودہ ۔۔۔ تذکرۃ الشعرا (عمدۂ منتخب): بسیار خوب نوشتہ۔

٤۔ ناصر نے انھیں صاحبِ دیوان لکھا ہے۔ ان کے دیوان کے کسی نسخے کا اب تک علم نہیں ہوا۔ رقم الحروف نے میسور میں ایک شاعر سرورؔ کے دیوان کے کچھ اجزا دریافت کیے ہیں، لیکن فی الحال نہیں کہہ سکتا کہ یہ اعظم الدولہ سرورؔ کے دیوان کے اوراق ہیں یا کسی اور کے۔

٥۔ یہ مصرع متن میں ظاہراً سہو کاتب سے چھوٹ گیا ہے (اضافہ از تذکرۂ سرور)۔

سراج — ص ٤٦

١۔ ٹھیک نام سراج الدین تھا۔ ان کی ولادت ١١٢٧ھ کے لگ بھگ ہوئی (حیاتستان: ١٠٣)۔ وفات بروز جمعہ ٤ شوال ١١٧٧ھ کو ہوئی۔ آزاد بلگرامی اور لچھمی نراین شفیق نے قطعات تاریخ کہے جو تذکرۂ شعرائے دکن مؤلفہ عبدالجبار خاں (١: ٨٨٠) میں موجود ہیں۔

٢۔ دیوان کے لیے دیکھیے حواشی تذکرۂ حیدری: ٩٦

٣۔ یہ پورا ترجمہ اور نمونۂ کلام تقریباً لفظ بلفظ مجموعۂ نغز (١: ٢٩٣) سے منقول ہے۔ قاسم نے بھی یہیں لکھا تھا۔ اشعار بھی وہی ہیں اور آخر میں سطر بھی جوں کی توں ملتی ہے۔

سکندر — ص ٤٧

١۔ عشقی عظیم آبادی نے جب ان کا ترجمہ سپردِ قلم کیا تھا تو یہ زندہ تھے (تذکرہ: ٢٨٠) لیکن ناصر نے ان کا ذکر صیغۂ ماضی میں کیا ہے، گویا ١٢٢١ھ سے پہلے وفات پا چکے تھے۔ سالِ وفات ١٢١٥ اور ١٢٢١ھ کے درمیان ہونا چاہیے۔

٢۔ محمد شاکر ناجی (مخزن نکات: ٤٦؛ تذکرۂ گردیزی: ١٤١؛ نکات الشعرا: ٢٣؛ تذکرۂ شوق: ٢٧٣)

٣۔ تذکرۂ ہندی: در ابتدائے فکرِ شعر قصہ خوانی می کرد۔ آخر آخر طبعش بطرف نظم مراثی مائل افتادہ۔

٤۔ مجموعۂ نغز: گویند کہ خانش الیوم نیاز نگاہ مرسوم آں دیار است و بعضے بر آنند کہ جدش

و سکنۂ آں مملکت بر جا معلی رسانیدند۔ الغیب عند اللہ۔

٥۔ ایضاً: وہ ٦۔ ایضاً: رخساروں

سلیمان — ص ٤٧

١۔ سالِ وفات ١٢٥٣ھ (مجمع الانتخاب؛ نسخۂ انجمن، ورق ٢٥٩ب)۔ احمد حسین سحر نے سالِ وفات ١٢٥٥ھ لکھا ہے جو صحیح نہیں (بہارِ بے خزاں: ٤٣١)۔ انتقال کی تاریخ "رحمتِ خدا" سے نکلتی ہے (سخن شعرا: ٢٢١)۔ اشپرنگر نے لکھا ہے کہ ٢٩ فروری ١٨٣٨ء کو انتقال کیا۔ آخری ایام میں آگرے میں قیام رہا؛ وہیں مدفون ہے۔

٢۔ دیوان مرتب تھا۔ سلیمان شکوہ نے اپنا مختصر دیوان برائے یادگار شاہ کمال کو مرحمت کیا تھا (مجمع الانتخاب: ٢٠٣، مرتبہ نثار احمد فاروقی)۔ کمال نے ٢٢ صفحوں کا طویل انتخاب اپنے تذکرے میں درج کیا ہے (نسخۂ انجمن ترقی اردو ہند)۔ دیوان شائع ہو کر نظر سے گزرا تھا۔ اب اس کے نسخے نایاب نہیں تو کمیاب ضرور ہیں۔ اس کا خطی نسخہ ذخیرۂ سری رام (بنارس ہندو یونیورسٹی) میں موجود ہے۔

٣۔ مجموعۂ نغز: بات جو ہم نے کہی تھی۔

سودا — ص ٤٨

١۔ ہندی کا نغز: محمد رفیع ... پسر محمد شفیع۔ نسبتِ تلمذ بہ ... سراج الدین علی خاں آرزو دارد و بعضے از اشعار ... بہ صحیح ... شاہ حاتم رسانیدہ ... عمرش در ہندی تا الیوم در کارگاہ ہستی کمتر آفریدہ ... بہ پرورشِ سگاں ... شوقِ تمام داشت ... بسبب آگاہی علم موسیقی مرثیہ و سلام نیز قادر ... وفاتش در لکھنؤ و مرقدش در امام باڑۂ آغا باقر

تاریخ رحلتش بر آوردہ مصحفی — سودا کجا و آں سخن دلفریب او (١١٩٥)

ولادت: تقریباً ١١١٨/١١١٩ھ

٢۔ دیوان کے متعلق دیکھیے حواشی تذکرۂ حیدری: ٩٥

٣۔ دیوان: مری دعا۔ یہ شعر اور اوپر شعر ایک ہی غزل کے ہیں (کلیات سودا ١: ٣١)

٤۔ اصل: بچھو کر لجا!

۵۔ یہ شعر کلیات سودا (نول کشور لکھنؤ ۱۹۳۲ء) میں موجود نہیں ہے بلکہ تذکرۂ شورش (ص ۲۰۰)، چمنستان شعرا (ص ۲۰۳) اور گلشن سخن (ص ۱۲۲) میں سودا کے نام سے ملتا ہے۔

۶۔ کلیات: کرے اس سے مصاحبت　　۷۔ کلیات: مرغ

۸۔ کلیات: انگشتوں　　۹۔ کلیات: ملنگ

۱۰۔ یہ شعر کلیات (نول کشور لکھنؤ ۱۹۳۲ء) میں نہیں ملا۔

۱۱۔ اصل: کنایا　　۱۲۔ کلیات: ہے زباں میرے بھی

۱۳۔ ایضاً: اور

سوز　　ص ۵۰

۱۔ "تذکرۂ ہندی: محمد میر... اول میر تخلص می کرد چوں در آں ایام میر تقی بہم شہرت بہ میر داشت، لہذا... بجائے 'میر' 'سوز' قرار داده۔"

۲۔ مجموعۂ نغز: ... در تیر اندازی و سواری اسپ و نوشتن خط نستعلیق و شفیعا، انتخاب مزاج... نظیر ندارد... مدتے بدیار شرقیہ... بسر برده۔

۳۔ میر حسن لکھتے ہیں: "خواندن اشعارش از زبان او نکوست، از خواندنش چناں خوب می نماید که در گفتن نمی آید" (تذکرۂ حسن: ۸۸)۔ قدرت اللہ شوق رقمطراز ہیں: "شعر را با دلے نادر که دست و پا و چشم بلکہ تمام اعضاء در حرکت می آیند، می خواند و مردمان نا فہم را متوجہ جانب خود می گرداند" (تذکرۂ شوق: ۲۰۰)۔ نیز دیکھیے آب حیات ص ۱۹۸۔

۴۔ سخن شعرا، طور کلیم، دیوان جہاں: ... وفات ... شاہجہاں پور میں ہوئی" اور یہ غالباً صحیح ہے۔

۵۔ وفات ۱۲۱۳ھ میں ہوئی؛ کہی جرأت نے رو کے یہ تاریخ "داغ اب سوز کا لگا دل کو" دستور الفصاحت: ۵۴؛ مجمع الانتخاب:

۶۔ دیوان سوز سے متعلق تفصیلات دیکھیے، حواشی تذکرۂ حیدری: ۹۹۔ رضا لائبریری رامپور میں بھی دیوان کا ایک نسخہ مکتوبہ ۱۲۱۱ھ محفوظ ہے۔ دیوان اردو سے متعلق

یونیورسٹی کے "میر سوز نمبر" کی شکل میں چھپ چکا ہے (یہاں اسی کے حوالے دیے گئے ہیں)۔

۷۔ مطبوعہ دیوان میں یہ شعر نہیں ہے بلکہ اس زمین میں کوئی غزل بھی نہیں ہے۔

۸۔ ایک نے سوز سے پوچھا　　۹۔ دیکھ منہ اس کا گھڑی

۱۰۔ اشارت　　۱۱۔ دیوان میں نہیں ہے، مجموعۂ نغز میں ہے۔

۱۲۔ رباعی کے پہلے دو مصرعے کاتب سے چھوٹ گئے ہیں، تیسرے اور چوتھے مصرعے کے درمیان کاتب نے سہواً سوز کا مصرع: "آج عجب کا پھر جواب ہوا" دوبارہ لکھ دیا ہے۔ رباعی کا متن دیوان میں بعض تذکروں سے مختلف ہے۔

۱۳۔ بہی

۱۴۔ تذکرۂ شوق، مجموعۂ نغز (نسخوں) پر ہے سے "گھنڈ" نام کو۔

۱۵۔ شعر دیوان میں نہیں ہے۔ اگرچہ اس زمین میں ایک غزل موجود ہے۔

۱۶۔ یہ رباعی دیوان سوز میں موجود نہیں ہے، لیکن بعض تذکروں میں ان سے منسوب ہے مثلاً مجموعۂ نغز (۱: ۳۳۱) سرور نے اپنے تذکرے میں اسے سوز کی طرف منسوب کیا ہے (تذکرۂ سرور: ۲۲۱) لیکن وہ اسے معمولی تغیر کے ساتھ اس رباعی انشا کے نام بھی لکھ آئے ہیں۔ رباعی کلام انشا (ص ۴۰۶) میں بھی موجود ہے۔

بیدؔ　　ص ۵۰

۱۔ مجموعۂ نغز: پہلے غریب اور پھر بیدؔ سے آشنا تخلص کیا۔ شیفتہ کہتے ہیں ان کو انتقال کیے ہوئے کچھ عرصہ ہوا (گلشن بے خار: ۴۰)۔ نساخ نے سال وفات ۱۲۱۰ھ لکھا ہے (سخن شعرا: ۲۲۴) لیکن شاد کمان تقریباً ۱۲۱۹ھ میں "در دہلی و مقام است" لکھتے ہیں۔ ... تقریباً ۱۲۳۰ھ میں انھیں "مستدرک الحال" لکھا ہے۔ کریم الدین لکھتے ہیں کہ مدت ہوئی اس جہان سے رحلت کر گئے۔ تقریباً ۱۲۵۰ میں فوت ہوا (تذکرہ: ۲۲۹)۔

۲۔ اکبر شاہ ثانی (متوفی ۱۲۵۳ھ) مراد ہیں۔ ان کی سرکار سے خطاب "سید الشعرا" ملا۔ (مجموعۂ نغز)

(مجموعۂ نغز ۱: ۳۵۲)

۳۔ ترجمہ و شعر عمدۂ منتخبہ (ص ۴۰۶) سے ماخوذ ہیں۔ سرور لکھتے ہیں: شور تخلص مرزا محمود بیگ اصلش از ایران زمین مولد و منشا دار الخلافہ شاہجہان آباد جوان سپاہی پیشہ۔ سرور کے ہاں پہلا شعر نہیں ہے۔ اور یہاں تذکرۂ آزاد سے رہ گیا ہے۔

۴۔ گلشنِ ہند: شیرا

شیدا ص ۵۳

۱۔ مجموعۂ نغز: اصلش از کشمیر، مولد و منشا شاہجہان آباد

۲۔ ۱۲۰۹ھ سے پہلے دہلی میں فوت ہوئے (تذکرۂ ہندی، ۱۰۵)؛ مجموعۂ نغز: در عین شباب رخت ہستی بربستہ۔

۳۔ اردو دیوان؛ بقول مصحفی شہر میں موجود تھا لیکن مصحفی کی نظر سے نہیں گزرا۔

۴۔ دوسرا مصرع اصل میں درج نہیں ہے؛ اضافہ از گلشنِ سخن۔ یہ شعر تذکرۂ میر حسن (ص ۹۶) اور تذکرۂ گلشنِ سخن (ص ۱۰۴) میں بنام میر فتح علی شیدا (متوطن شمس آباد، شاگرد سودا) درج ہے۔

صادق ص ۵۳

۱۔ قاسم ۱۲۲۱ھ کے لگ بھگ انھیں "سلمہ الرحمٰن" لکھتے ہیں۔

۲۔ مجموعۂ نغز: نیاکانش وراں دیار (یعنی عظیم آباد) بعہدگی ایام بسری بردند۔ لیکن عظیم آبادی تذکرہ نگار یعنی شورش، عشقی، علی ابراہیم ان کا ذکر نہیں کرتے۔

صدق ص ۵۳

۔ سرور لکھتے ہیں: صدق تخلص از حالش اطلاع نیست باشندۂ حیدرآباد (عمدۂ منتخبہ: ۴۹۰) یہ شعر بھی وہاں موجود ہے۔ آزردہ کا ماخذ غالباً عمدۂ منتخبہ ہی ہے۔

صفدری ص ۵۳

۱۔ قاسم اور سرور کے تذکروں کی ترتیب کے وقت زندہ تھے لیکن ۱۲۵۰ھ کے لگ بھگ فوت ہو چکے تھے۔ شیفتہ لکھتے ہیں: در عین شباب از دست کافر بے گناہ کشتہ شد (گلشنِ بیخار: ۱۲۹)

۲۔ عمدۂ منتخبہ، رکھتے ہیں، اور یہی صحیح ہے اس لیے کہ اس غزل کے اور ردیف و قوافی "متانہ رکھتے ہیں" "پیمانہ رکھتے ہیں" وغیرہ ہیں۔

۳۔ اضافہ از خخانۂ جاوید۔

ضبط ص ۵۴

۔ میر حسن شاہ از خوش فکران بلدۂ لکھنؤ رصاحب طرزانِ آنجا (مجموعۂ نغز: ۲۹۳) از حالش معلوم نیست (تذکرۂ سرور: ۴۰۲) احوالش معلوم فقیر نگشتہ کہ بضبط تحریر آورد (گلشن بیخار: ۱۲۷)

ضیاء ص ۵۴

۱۔ صحیح نام میر ضیاء الدین حسین، جیسا کہ مقدمۂ دیوان میر حسن دہلوی محررۂ شیر علی افسوس (نسخۂ برٹش میوزیم ۲۲۲) سے معلوم ہوتا ہے۔ میر حسن خود ضیاء کے شاگرد تھے اور انھوں نے اپنے تذکرے میں بڑی عقیدت کے ساتھ ان کا ذکر کیا ہے۔

۲۔ تذکرۂ میر حسن کی ترتیب (۱۱۸۹-۱۱۹۲ھ) کے زمانے میں غالباً زندہ تھے، لیکن علی ابراہیم خاں کے تذکرے کی ترتیب سے پہلے وفات پا چکے تھے۔ قاضی عبدالودود صاحب، سال وفات ۱۲۰۵ھ سے کچھ پہلے بتاتے ہیں۔

۳۔ تذکرۂ ہندی، گوید: استفادۂ شعر در ابتدا از میر تقی میر کردہ۔

۴۔ یہی تذکرۂ میر حسن اور مجموعۂ نغز، گلشنِ ہند (لطف) کا بھی بیان ہے۔

۵۔ میر حسن دہلوی نے لکھا ہے کہ دیوان مرتب نہیں ہوا تھا؛ قصیدہ، ہجو، مثنوی اور رباعیاں کم کہی ہیں؛ زیادہ تر غزلیں لکھی ہیں (تذکرۂ میر حسن، ۱۰۰) ظاہراً تذکرے کی ترتیب کے زمانے میں دیوان مرتب نہ ہوا ہوگا۔ شورش بھی اگرچہ دیوان کا ذکر نہیں کرتے، لیکن انھوں نے ۶۰ شعر ان کے درج کیے ہیں۔ یہ اشعار اگر کسی بیاض سے نہیں لیے گئے، تو ان کا دیوان ہی پیش نظر ہوگا۔ ہاں، علی لطف کا بیان ہے: "مالک دیوانِ رنگین و متین کے ہیں" (گلشنِ ہند) ان کے دیوان کا ایک قلمی نسخہ جناب پروفیسر سید یوسف الدین احمد بلخی، باطن، بہار شریف پٹنہ کے پاس ہے اور راقم

نسبتِ بندگی اور توسل رکھتے ہیں۔ آج کل کچھ عرصے سے بہ ہمرہِ عزیزی مرزا جان، نواب ڈھاکہ کے رفیقوں میں شامل ہیں (ترجمہ واقعاتِ اظفری: ۱۰۳) تپش نے ۱۲۴۹ھ میں وفات پائی۔

۴۔ مجموعۂ نغز: خط نستعلیق و شکستہ آمیز و صرافی خوب می نویسد۔

۵۔ ایضاً: شاگردِ ہدایت اللہ خان ہدایت است ... گاہے شعرِ خود از نظر ... خواجہ میر درد ... ہم گزرانیدہ۔ تذکرۂ ہندی: در سنِ شانزدہ سالگی طبع موزون بہم رسانیدہ چندے بخدمت مرزا محمد یار بیگ سائل ... مشقِ سخن نمودہ و بعد ازاں رجوع بخواجہ میر درد ... کردہ۔

۶۔ مجموعۂ نغز: شہر ہمارے نہ صحرا بھلا لگے ہے آہ!

۷۔ اضافۂ مرتب

۸۔ بہارِ دانش، مرزا جان طپش (مجلسِ ترقیٔ ادب لاہور ۱۹۶۳ء) کے مقدمے میں مرتب نے طپش کے ۱۱ شعر مختلف تذکروں سے جمع کر دیے ہیں۔ اس میں "آرزو تھی" کی جگہ "عارضہ تھا" ملتا ہے۔

۹۔ مجموعۂ نغز: کل کھا

طفل — ص ۵۵

۱۔ متن کے علاوہ بیشتر تذکروں میں بھی تخلص طفل لکھا ہے (مجموعۂ نغز ۱: ۳۶۹) لیکن صحیح طفلی ہے (دیکھیے عیار الشعرا اور واقعاتِ اظفری۔ مجموعۂ نغز (مطبوعہ) میں ان کا ایک مقطع ہے:

کیا کہوں کچھ کہہ نہیں سکتا میں طفلی دل کا حال
بیطرح کچھ آج تو سینے میں میرے درد ہے

پہلا مصرع خوب چند ذکا نے اس طرح لکھا ہے:

کیا کہوں کچھ کہہ نہیں سکتا طفلی میں دل کا احوال

قاسم اور سرور تذکروں کی ترتیب کے وقت زندہ تھے۔ واقعاتِ اظفری میں ۱۲۲۱ھ تک کے واقعات ہیں۔ مرزا طفلی سے تعلقاتِ قلبی کی بنا پر یقین ہے کہ اگر اس زمانے میں ان کی وفات ہوئی ہوتی، تو اظفری (جن کا سالِ وفات ۱۲۳۴ھ ہے) ضرور اس کا ذکر کرتے۔

کی نظر سے گزرا ہے۔ یہ دیوان مختصر ہے اور جہاں تک یاد آتا ہے صرف غزلیات پر مشتمل ہے۔

۶۔ تذکرۂ سرور: جور کی رسم مجھ سے

۷۔ مجموعۂ نغز: صاف تھا جب تک جواب صاف قاصد کے تئیں

۸۔ تذکرۂ حسن: کم ز حق۔

طالب — ص ۵۵

۱۔ اصل و آشوب: صحیح عاشور۔ ترجمہ اور چاروں شعر اسی ترتیب سے مجموعۂ نغز (۱: ۳۷۶) میں موجود ہیں۔ آزردہ نے ترجمہ مختصر کر دیا ہے اور بعض باتیں حذف کر دی ہیں مثلاً وہ شاہ اللہ فراق اور میر تقی میر دونوں سے مشورۂ سخن کرتے تھے۔ بلکہ بقول قاسم زیادہ مشورہ فراق ہی سے رہا۔ (نیز عمدۂ منتخبہ: ۴۱۰)

۲۔ مجموعۂ نغز: گردشِ ایام ... ذوالفقار الدولہ نجف خان ... بسر کردگیٔ چند سوار ... روزگار بسر می کرد۔

۳۔ قاسم ۱۲۲۱ھ کے لگ بھگ سطر الرحمن لکھتے ہیں۔

۴۔ تذکرۂ سرور: تو دواں

۵۔ مجموعۂ نغز: آب

طپش — ص ۵۵

۱۔ مجموعۂ نغز: یوسف بیگ خان ... از ... اولادِ امجاد حضرت سید جلال بخاری قدس سرہ۔

۲۔ ایضاً: مرید سپاہی پیشہ

۳۔ طپش نواب شمس الدولہ سید احمد علی خان ذوالفقار جنگ بہادر جنگ کے متوسلین میں تھے۔ جب ایک مقدمے میں وہ ماخوذ ہوئے تو تپش بھی ان کے ساتھ کلکتہ میں محبوس ہو گئے۔ ان کی اسیری کی شہادت تذکرۂ عشقی (۲: ۵۵) کے علاوہ اس مثنوی سے بھی ملتی ہے جو کلیاتِ تپش میں موجود ہے۔ تیموری شہزادہ مرزا علی بخت اظفری دہلوی (ف ۱۲۳۴ھ) ۱۲۱۱ھ کے اواخر میں تپش سے مرشد آباد میں ملے تھے۔ وہ لکھتے ہیں، تخلص تپش ہے مرزا جان کے نام سے مشہور ہیں۔ نہایت خلیق مغل زادہ جوان اور بخاری الاصل ہیں۔ درد کے شاگردوں اور دہلی کے مشاہیر شعرا میں سے ہیں۔ انھوں نے امرا میں رہ کر آداب و مراتبِ مجلس کافی حاصل کیا ہے۔ بہت شائستہ انسان ہیں۔ ہمارے تیموری خاندان سے آبائی

۲۔ یہ دو بھائی تھے مرزا مغل اور مرزا طفل۔ اظفری لکھتے ہیں کہ مرزا مغل کا اصل نام محمد اکرم الدین اور مرزا طفل کا اسم گرامی محمد عبد المقتدر ہے۔ یہ دونوں شاہزادہ محمد علاء الدین عرف بہ مرزا بابا کے صاحبزادے ہیں۔ مرزا بابا شاہزادہ اعز الدین کے فرزند تھے اور اعزالدین چھوٹے بھائی تھے محمد عزیز الدین کے جو عالمگیر ثانی (بادشاہ) کے نام سے مشہور ہیں (واقعات ص ۲۹)

۳۔ دیوان مرتب تھا۔ قاسم لکھتے ہیں: دیوانے مشحون اکثر انواع سخن دارند (مجموعۂ نغز: ۲۰۹) سرور ان کے تین دواوین سے استفادے کا ذکر کرتے ہیں (تذکرۂ سرور: ۳۰۵) اظفری نے واقعات میں اکبر شاہ بہادر ولی عہد اور مرزا مغل اور مرزا طفل کے رقعوں کی نقل بھی درج کی ہے، جو ان لوگوں نے ۲۷ ربیع الاول ۱۲۱۸ھ کو اظفری کو بھیجے تھے (واقعات: ۱۹۳)

۴۔ یہ شعر قاسم اور سرور کے تذکروں سے غیر حاضر ہے۔

ظاہر ص ۵۹

۔ مجموعۂ نغز: دہرہ از فن شریف طبابت بوے رسیدہ۔

ظریف ص ۵۹

۱۔ قاسم نے خدا یار دی خان نام لکھا ہے، لیکن خدا وردی ہی صحیح ہے (مجالس رنگین: ۱۷، مطبع محمدی ۱۲۶۴ھ)

۲۔ پہلے بیتاب تخلص کرتے تھے؛ رنگین کے شاگرد تھے (مجموعۂ نغز: ۱، ۳۷۱)۔ ناسخ نے انھیں ممنون کا شاگرد لکھا ہے (سخن شعرا: ۱) قاسم اور سرور کے تذکروں کی ترتیب کے زمانے میں زندہ تھے۔

ظفر ص ۵۹

۱۔ ۱۱۸۹ - ۱۲۷۵ھ / ۱۷۷۵ - ۱۸۶۲ء

۲۔ قاسم اور سرور ان کی شاعری کے مداح ہیں۔ شیفتہ ان کی خوش نویسی کے ذکر پر اکتفا کرتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ ذوق ان کے وظیفہ خوار تھے نیز: افکار ایشاں بہ محک واصلاح او درست

(مہوار) (گلشن بیخار: ۱۲۹) ۳۔ چار دیوان مطبوعہ موجود ہیں۔

عارف ص ۵۷

۱۔ میر و مرزا کے معاصر تھے۔ تذکرۂ میر حسن کی ترتیب کے وقت (۱۱۸۹ - ۱۱۹۲ھ) دہلی میں مقیم تھے اور ان کی عمر ستر سال کے قریب تھی۔ ظاہراً ۱۱۹۰ھ تک زندہ تھے (گلزار ابراہیم، ۱۷۶) لیکن تذکرۂ ہندی کا (۱۲۰۱ھ - ۱۲۰۹ھ) کی ترتیب سے پہلے فوت ہو چکے تھے

۲۔ علی ابراہیم خان، امر اللہ اور عشقی عظیم آبادی کے قول کے مطابق شاہجہاں آباد میں دلی دروازہ کے قریب ان کی رفوگری کی دکان تھی (گلزار: ۱۶۰، تذکرۂ عشقی: ۷۷، مسرت افزا: ۱۲۴)

۳۔ مصحفی: شعر ریختہ تلاش تمام می گفت و گاہے گاہے بطور فکر خیال شعر فارسی ہم کردہ۔ میر حسن اور عشقی نے ان کا شمار ایہام بندوں میں کیا ہے۔ آبرو اور مضمون کے شاگرد تھے بسیار کم گو بہ (تذکرۂ حسن: ۱۰۷) دیوان ان کی موت کے بعد ایک دوست کی تدبیر سے مرتب ہوا (تذکرۂ ہندی: ۱۴۹) ہنوز کہیں کسی نسخے کا پتا نہیں چلا۔

۴۔ تذکرۂ ہندی: دختر رز سے جا لہو کر لے؛ تذکرۂ حسن: دختر رز سے کہ کر اس سے ملے؛ نغز: دختر رز سے کہہ؛ گلشن بیخار: دخت رز سے لہو کر آن ملے۔

۵۔ گلزار ابراہیم: افیم کھائے گا؛ تذکرۂ شوق ہندی، نغز: افیم کھاتا ہے؛ تذکرۂ حسن: افیم کھائے گا۔

عاشق ص ۵۷

۱۔ سرور لکھتے ہیں کہ ان کی وفات کو دو سال ہوئے۔ اس تذکرے کی ترتیب چونکہ ایک طویل عرصے تک ہوتی رہی، اس لیے اس سے کوئی اندازہ نہیں ہو سکتا۔ قاسم کا تذکرہ ۱۲۲۱ھ میں مکمل ہوا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ وفات کو چار سال ہوئے (مجموعہ: ۱، ۳۷۱) گویا ان کی وفات ۱۲۱۷ھ کے لگ بھگ ہونی چاہیے۔

۲۔ یہ علی مردان خان ثانی، وہی مشہور شاہجہانی امیر ہیں، جن کا سفر کشمیر کے دوران میں ۱۲ رجب ۱۰۷۰ھ کو انتقال ہوا تھا؛ لاش لاہور لا کر دفن کی گئی۔ ان کے چار بیٹے تھے: ابراہیم، عبداللہ، اسمٰعیل، اسحاق (مفتاح التواریخ: ۲۶۱)

۳۔ آپ کی تصنیفات میں سے اردو کے تین دیوان، اور فارسی کے دو دیوان ہیں۔ ان کے علاوہ اردو میں حملۂ حیدری، مثنوی یوسف زلیخا، مثنوی لیلیٰ مجنوں، مثنوی خسرو شیریں انھوں نے لکھی تھی۔ اردو میں ایک شاہنامہ بھی تصنیف کرنا شروع کیا تھا لیکن اجل نے مہلت نہ دی (مجموعۂ نغز ۱: ۱۳۸)۔ اشپرنگر نے ایک اور مثنوی کا بھی ذکر کیا ہے جس میں لکھنؤ کا بیان تھا۔ ایک تذکرہ ان شاعروں کا لکھا تھا جو ان کے مشاعروں میں شریک ہوتے تھے (یادگار: ۱۴۰)۔ سرور لکھتے ہیں کہ نظم میں ان کے کوئی دو لاکھ شعر ان کی نظر سے گزرے ہوں گے۔ ان کا کلام سلام، مرثیہ وغیرہ بلکہ سارے اصناف شاعری پر مشتمل تھا۔

عشق ص ۵۷

۱۔ مجموعۂ نغز: جمیعت شاہ فرہاد ۔۔ کہ در محلہ پورہ (دہلی) بر مسند ارشاد متمکن گردیدہ۔ بسلسلہ ایشاں بہ میر ابوالعلی اکبرآبادی ۔۔ میرسد ۔۔ از یک عظیم آباد توجہ فرمودہ ۔۔ آخر کار بجوار دیار بروضۂ رضواں خرامید۔ سال وفات ۱۲۰۳ھ (تذکرۂ عشق: ۹۷)

۲۔ دیوان کے متعلق تفصیلات کے لیے دیکھیے حواشی تذکرۂ حیدری: ۲۰۲۔ یہاں صرف یہ اضافہ کرنا ہے کہ دیوانِ عشق کا ایک نسخہ کتب خانۂ رامپور میں بھی محفوظ ہے یہ ۱۲۲۸ھ کا لکھا ہوا ہے۔

عشق ص ۵۸

۱۔ پیر حکیم ابوالقاسم میر قدرت اللہ قاسم صاحب تذکرہ مجموعۂ نغز۔ گلشنِ بیخار کی ترتیب کے وقت (۱۲۴۸ ۔ ۱۲۵۰ھ) بقیدِ حیات تھے (ص ۱۳۵) کریم الدین لکھتے ہیں: قریب پانچ یا سات برس کے ہوئے کہ فوت ہوئے (طبقات شعرائے ہند: ۳۷۹) یہ تذکرہ ۱۸۴۷/۱۲۶۳ھ میں مکمل ہوا ہے۔ ۱۸۴۰ء/۱۲۵۶ھ کے لگ بھگ وفات ہوئی ہوگی۔ نغز عندلیب، گلستانِ بیخزاں میں باطن نے عشق کا اس طرح ذکر کیا ہے جیسے وہ اس وقت تک زندہ ہوں (ص ۱۲۹) اس تذکرے کا سال آغاز ۱۲۶۱ اور سال اختتام ۱۲۶۵ھ ہے۔

۲۔ مجموعۂ نغز: حافظ قرآن شریف

۳۔ خوب چند ذکا، اور شیفتہ (گلشنِ بیخار: ۱۳۵) اور نساخ (سخن شعرا: ۳۳۱)

سب انھیں صاحبِ دیوان لکھتے ہیں۔ خود قاسم کا انتخاب (مجموعۂ نغز) بھی اسی پر دال ہے بہرحال ان کے دیوان کا ایک قلمی نسخہ ۱۲۳۶ھ (۱۸۲۱ء) کا لکھا ہوا انڈیا آفس کے کتب خانے میں نظر سے گزرا۔ تعداد اوراق: ۲۰۷۔

۴۔ مجموعۂ نغز: میں　　۵۔ مجموعۂ نغز: خبرداری

۶۔ مطابق روایت مجموعۂ نغز، لیکن گلشنِ بیخار میں شعر اس طرح ہے:

بلبل تو عبث چھوڑے ہے اس گل پہ کہیں کی
کچھ دل میں مروت ہو نہ آنکھوں میں حیا ہو

عظیم ص ۵۹

۱۔ کریم الدین لکھتے ہیں: وفات کو قریب بیس سال کے گزرے ہوں گے (طبقات: ۳۳۴) گویا وفات ۱۸۲۷ء کے لگ بھگ ہوئی۔ قاسم انھیں مرحوم لکھتے ہیں (مجموعۂ نغز ۲/۱۲) گویا سال وفات ۱۲۲۱ھ سے پہلے ہے نساخ نے سال وفات ۱۲۲۱ھ لکھا ہے (سخن شعرا: ۳۳۳) تذکرۂ سرور کی ترتیب سے پہلے وہ فوت ہو چکے تھے (تذکرۂ سرور: ۱۴۴) عظیم سے متعلق ایک مضمون ماہنامہ سب رس حیدرآباد (اکتوبر ۱۹۷۰ء) میں شائع ہوا ہے۔ اس میں کہا گیا ہے کہ عظیم کا ۱۸۶۵ء میں جاورہ میں انتقال ہوا۔ واللہ اعلم۔ لیکن قاسم اور سرور کی روایت کے سامنے یہ تاریخ ٹھیک نہیں معلوم ہوتی۔ دونوں ان کے دلی دوست تھے۔ اگر ان کے تذکرے کی ترتیب کے وقت عظیم زندہ ہوتے تو انھیں یقیناً اس کا علم ہونا چاہیے تھا۔　　۲۔ مجموعۂ نغز: کابلی الاصل

۳۔ سودا اور درد سے بھی مشورۂ سخن کیا تھا (مجموعۂ نغز ۲: ۴۲)، میر حسن انھیں شاگردِ سودا لکھتے ہیں (تذکرۂ حسن: ۱۰۹)

۴۔ مشہور مخمس: تو جو شاعرے کو صبا آج کل چلے قاسم نے اس کے ۹ اور سرور نے ۵ بند نقل کیے ہیں۔

۵۔ قاسم، سرور اور ذکا نے ان کے دیوان کا ذکر کیا ہے۔ دیوانے مختصر در نہایت جودت و دلچسپی بر صفحۂ روزگار از و یادگار است (مجموعۂ نغز ۲: ۴۲)۔ دیوان کا قلمی نسخہ بخط مصنف

بھی موجود تھا اور غالباً قاسم کی نظر سے گزرا تھا (۲: ۸۰) انھوں نے ۱۱ شعروں کا انتخاب کیا ہے۔ یقین ہے دیوان ان کے پیش نظر تھا۔ مصحفی لکھتے ہیں: دیوانش بلا تشبیہ بہ شکلِ حمائل واقع شدہ

۶۔ تذکرۂ عشقی: دخاک پہ

۷۔ اصل: عذابِ عدم کو فتنۂ بیدار کر چلے (تصحیح کی گئی)

۸۔ مجموعۂ نغز: کیجو عظیم کو بھی یارب! غریقِ رحمت۔

۹۔ قاسم لکھتے ہیں کہ بعض لوگ اس شعر کو عماد الملک (وزیر الممالک غازی الدین خاں نظام) کی طرف منسوب کرتے ہیں لیکن میں نے مرزا عظیم بیگ کی زبان سے ان کی غزل میں اسے پڑھتے سنا ہے اور دیوان عظیم بیگ کے اس قلمی نسخے میں بھی جو مصنف کا نوشت ہے یہ شعر موجود ہے (مجموعۂ نغز ۲: ۸۰) اس تذکرے میں عماد الملک کی غزل اتری ہے جس کا مطلع قاسم نے ان کے ترجمے میں (۲: ۲۸۰) درج کیا ہے۔

غافل ص ۵۹

۱۔ اصل متن میں تخلص عارف لکھا ہے لیکن مجموعۂ نغز سے معلوم ہوتا ہے کہ میر محمد علی جن کے دو شعر یہاں انتخاب میں لیے گئے ہیں تخلص عارف نہیں بلکہ غافل تھا، ردیف ہی جن کی ردیف کے تحت عارف کیوں کر آسکتا تھا، غالباً یہ بھی کاتب نسخہ کی سہو نویسی کا کرشمہ ہے۔ یہاں متن کی تمام عبارت اور انتخاب کے دونوں شعر بھی مجموعۂ نغز سے ماخوذ ہیں، بلکہ مجموعۂ نغز میں بھی دونوں شعر ہیں۔ البتہ قابل ذکر بات یہ ہے کہ سرور اور ذکا دونوں نے نام میر احمد علی لکھا ہے۔

۲۔ ان کا خاندان دکن کا تھا اور انھوں نے بنارس میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ بعد کو مرشد آباد چلے گئے تھے اور وہیں شاہ قدرت اللہ قدرت (مقیم مرشد آباد) کے شاگرد ہوئے۔

غالب ص ۵۹

۱۔ غالب، مخاطب بخطاب نواب بہادر بیگ خاں غالب جنگ، از متوسلان شاہ عالم بادشاہ غازیست (تذکرۂ عشقی ۲: ۹۹)

۲۔ مجموعۂ نغز: مکرم الدولہ نیاز بیگ خاں طالب جنگ .. (غالب) بعہد سلطنت والد ماجد ہم از پیش گاہ خلافت بہ خطاب مستطاب والاجاب عز امتیاز یافتہ، اما بنا بر گردشِ دور .. و عیش پرستی .. دولتِ دیرینہ را .. در ایام معدودہ رایگاں بر باد داد۔ در آخرہا بہ مرتبۂ اعلیٰ ناداری رسیدہ بود کہ حضرت قدر قدرت ... وجہے مقرر فرمودہ۔ اما حیف کہ در ہماں نزدیکی .. بہ روضۂ رضواں خرامید۔ سال وفات بقول سرور ۱۲۱۸ھ (عمدۂ منتخبہ: ۹۹۴) شیفتہ نے بھی یہی سال وفات لکھا ہے (ص ۳۰) اور غالباً سرور ہی سے اخذ کیا ہے۔

۳۔ ذوالفقار الدولہ نجف خاں۔ اصلاً ایرانی (اصفہانی) تھے۔ محمد شاہ کے عہد میں ہندستان آئے۔ اولاً چندے قاسم علی خاں ناظم بنگالہ کے ساتھ رہے اور ان کی وفات کے بعد الٰہ آباد پہنچے اور شاہ عالم ثانی کی ملازمت اختیار کر لی، اسی کے ساتھ ۱۱۸۵ھ میں دلی آئے۔ خدمات جلیلہ کے اعتراف میں ذوالفقار الدولہ نواب نجف خاں بہادر غالب جنگ کے خطاب سے سرفراز ہوئے، پھر عہدۂ امیر الامرائی ملا۔ ۶ رجادی الآخر ۱۱۹۶ھ / ۲۲ اپریل ۱۷۸۲ء کو بعمر ۴۶ سالگی دلی میں فوت ہوئے اور درگاہ شاہ مرداں کے متصل اپنے خرید کردہ قطعۂ زمین میں دفن کیے گئے۔ تاریخ ہوئی:
ایں قدمگاہِ شہ مرداں نجف آباد کرد۔ قبر پر تاریخ کندہ ہے: ایا تربتِ نجف
(مفتاح التواریخ: ۳۵۹)

۴۔ مجلس مراختہ بدولت خانۂ خود منعقد می ساخت و بہ ضیافت مجلسیاں خاصہ شعرائے فصاحت بیاں با نواع اطعمہ و اقسام اشربہ و صد گونہ رقص می پرداخت (مجموعۂ نغز ۲: ۳۲) سرور کے ہاں کچھ اور تفصیل ملتی ہے: پیش از وقت غلام قادر نمک حرام در خانۂ خود مجلسِ مشاعرہ منعقد می کرد و بہ اقسام اغذیہ ضیافت شاعراں می نمود و شب بہ تماشائے رقص ماہرویاں مع حاضرین محفل بسر می برد (تذکرۂ سرور: ۴۴۶)

۵۔ فارسی شعر میر فرزند علی موزوں کو دکھاتے تھے اور اردو اشعار پر ہدایت اور فراق سے اصلاح لیتے تھے۔

۶. مجموعۂ نغز: قصۂ درد جو شب اپنا سنایا ہم نے

۷. مجموعۂ نغز: قاصد! اُسے آیا ہوں کبھو میں بھی جلا یاد۔ یہ روایت بہتر ہے اور اگر یہ مطلع ہے تو بہر بھی صحیح ہے۔

۸. گلشن بے خار: بجلی کے چمکنے سے بے احسان، مجموعۂ نغز: بجلی کے کڑکنے کا ہوں قربان۔

۹. مجموعۂ نغز: چھاتی سے آ لگے، تذکرۂ سرور: لگ گئے۔

۱۰. مجموعۂ نغز: ہم نے لکھ کر ادے ...

غریب ص ۶۰

۱. آزردہ کے پیش نظر غالباً تذکرۂ سرور ہے: غریب تخلص، میر محمد تقی، احوالش مطلق معلوم نیست، اشعار خوب می گوید (ص ۲۵۲) جیسے یہی شعر درج کیا ہے۔ روایت بھی عمدۂ منتخبہ کے مطابق ہے، شیفتہ، سرور کی رائے سے متفق نہیں۔ مصحفی نے بھی لکھا ہے: "امتیاز تمام دارد" (تذکرۂ ہندی: ۱۵۶) "میر محمد تقی، غریب تخلص در سلک متوسلین بود" (تذکرۂ میر حسن: ۱۱۳) "از ملازمانِ نواب عالی جاہ میر قاسم خان مرحوم بود (گلزار ابراہیم: ۱۸۲) "مردے بود سراپا شستہ و شستہ بود سراپا آدمیت (مجموعۂ نغز ۲: ۲۷) ۱۲۲۱ھ سے پہلے فوت ہو چکے تھے۔

۲. تذکرۂ حسن، گلشن سخن، دکنی کے، مجموعۂ نغز: کسو کو۔

۳. گلشن سخن: جب تک کر آئے۔ اصل: ہمارا کیا حال ہو جب دیکھیے بہار آئے دجو غیر موزوں ہے۔

غضنفر ص ۶۰

۱. غضنفر علی خاں غضنفر نبیرۂ غلام حسین کروند، باشندۂ لکھنؤ، شاگرد جرأت، از جملہ شاگردان شہ مشارالیہ در شعر گوئی رتبۂ عالی دارد" (تذکرۂ سرور: ۱۵۹) شیفتہ نے اس خیال کی تردید کی ہے: "از مال دنیا نیز بہرۂ وافی داشتہ" (تذکرۂ ہندی: ۱۵۶)، غضنفر کا کلام زیادہ نہیں ملتا، لکھنؤ کی ایک بیاض سے قاضی عبدالودود صاحب نے معاصر (۲: ۱۹۰) میں کچھ شعر درج کیے تھے۔

۲. تذکرۂ سرور: بکسی کا۔

غمگین ص ۶۰

۱. قاسم و سرور کے تذکروں میں انھیں 'بجوان' لکھا ہے۔

۲. قاسم نے برادرزادہ لکھا ہے، لیکن شیفتہ انھیں برادر شاہ نظام الدین احمد لکھتے ہیں (گلشن بے خار: ۱۴۹)، اور غالباً 'برادر' ہی صحیح ہے کہ یہ لوگ ان کے ذاتی ملنے والے تھے، ان کے علم میں ہونا چاہیے۔

۳. شاہ نظام الدین احمد عرف شاہ کوڑی، عہدِ شاہ عالم ثانی میں مرہٹہ گردی کے زمانے میں دہلی کے ناظم تھے، عوام ان سے بہت شاکی تھے۔ مصحفی کا یہ شعر انھیں کے متعلق ہے جو سودا کے شہر آشوب کے جواب میں انھوں نے لکھا ہے:

بیداد سے ناظم کی یہ احوال ہے واں کا
ہر روز نیا قافلہ پورب کو رواں ہے

۴. خوب چند ذکا نے انھیں صاحبِ دیوان لکھا ہے۔ مجموعۂ نغز: شاگرد سعادت یار خاں رنگین .. علی قدر حال خطِ نسخ می نویسد۔

فدا ص ۶۱

۱. نواب ضیاء الدولہ حسین خاں عرف آغا مرزا کے بیٹے، سلطان قرا قوال کی اولاد سے۔

۲. تذکرۂ ہندی کی ترتیب کے وقت اُن کی عمر ۲۲ سال تھی، قاسم و سرور کے تذکروں کی ترتیب کے وقت زندہ تھے۔

۳. شاگردِ ممنون و مصحفی (تذکرۂ ہندی: ۱۶۹) در علم رمل بے نظیر و در طبابت وغیرہ دستگاہ دارد۔

۴. ذکا نے اُن کے دیوان کا ذکر کیا ہے۔ انتخاب کلام سے اندازہ ہوتا ہے کہ دیوان غالباً مصحفی کی نظر سے گزرا تھا۔

قدوی ص ۶۱

۱. تذکرۂ ہندی، مجموعۂ نغز: شاگرد صابر علی شاہ صابر۔

۲. نام مرزا قدوی نہیں، بلکہ کندلال تھا۔ بعد کو حلقہ بگوشِ اسلام ہو کر محمد محسن کے نام

سے موسوم ہوئے۔

۲۔ تذکرۂ ہندی: زیادہ از مرتبۂ شاعری قدم در راہِ امرد پرستی گزاشت ... بسرکار نواب مجد یار خاں ... نوکر شد ... بعد دو سہ ماہ ... بسبب برہم زدگی مزاج نواب ... برخاستہ رفت ... و بعد از جنگ سکر تال ... باجل طبعی در مراد آباد در گذشت۔ عمرش از پنجاہ متجاوز خواہد بود ... حسب فرمائش نواب ضابطہ خاں مثنوی (یوسف، زلیخا) بزبانِ ہندی نظم کرد۔ وفات بارھویں صدی کے عشرۂ نہم کے اواسط میں ہوئی ہوگی۔

۴۔ سودا اور فدوی کی باہمی ہجوگوئی کے لیے دیکھیے تذکرۂ میر حسن۔ سودا کی ہجو بقال دوم انھیں سے متعلق ہے۔

۵۔ تذکرۂ ہندی: سو۔ مجموعۂ نغز مطابق اصل۔

فدوی ص ۶۱

۱۔ سالِ ولادت ۱۱۵۰ھ کے لگ بھگ، سالِ وفات بھی معلوم نہیں۔ ۱۲۰۳ھ تک البتہ ضرور زندہ تھے (اس لیے کہ اس سال انھوں نے اپنے پیر و مرشد حضرت عشق کی تاریخ وفات کہی)، علی لطف کے تذکرے میں جس کا سال تالیف ۱۲۱۵ھ ہے، اُن کی وفات کا ذکر ہے۔ تو وفات ۱۲۰۳ھ اور ۱۲۱۵ھ کے درمیان کسی سال ہوئی ہوگی۔ اپنے استاد اور شیخ حضرت رکن الدین عشق کے تکیہ واقع عظیم آباد میں اُن کے قریب مدفون ہیں۔ مجموعۂ نغز: ہجو ریگ ... بناکاوش بخدمت سوانح نگاری عزِ امتیاز برداشت۔

۲۔ مجموعۂ نغز: در ہمانجا بجوارِ رحمتِ حق پیوست۔

۳۔ ایضاً: نسبت تلمذ بشاہ گھسیٹائے عشق دارد۔

۴۔ دیوان کے مختلف نسخوں کے لیے دیکھیے مقدمۂ کلیاتِ فدوی۔

۵۔ کلیاتِ فدوی: کیا تعلق کر گیا تھا وہ فریبی آن کر۔ تذکرۂ حسن: دل کی میرے۔

۶۔ دونوں شعر کلیات میں نہیں مل سکے لیکن تذکرۂ ہندی (ص ۱۹۷) اور مجموعۂ نغز (۲: ۴۲) میں موجود ہیں۔

۷۔ تذکرۂ سرور: ۱۵ھ بنام فدوی عظیم آبادی لیکن سرور ہی نے شاہ رکن الدین عشق

عظیم آبادی کی ملکیت بھی بتاتے ہیں (تذکرۂ سرور: ۲۱۶)۔ شعر فدوی ہی کا ہے اور اُن کے کلیات میں موجود ہے (ص ۲۰۷)۔ مجموعۂ نغز: محروم (بجائے مرحوم)۔

۸۔ کلیاتِ فدوی: جوں شمع گریہ شب کو بلا سر سے ٹل گئی، یہ بے ہوش فکر آج کا کر کل کی کل گئی

فراق ص ۶۲

۱۔ وفاتش را سالے چند آمدہ (گلشن بے خار ۱۴۹)۔ مجموعۂ نغز: "از افاغنہ" بود۔

۲۔ اضافہ از مجموعۂ نغز۔

۳۔ مجموعۂ نغز: سخن خود ... باصلاحِ شیخ بزرگوار (درد) دہم ... خود رسانیدہ و برخے از اشعار ... از نظر ... سودا ہم گزرانیدہ۔

۴۔ دیوان کے متعلق معلومات تذکرۂ حیدری (ص ۲۰۹) میں دیکھے جائیں۔ دیوان شاہ کمال کی نظر سے گزرا تھا: دیوانش نزد میاں آفاق (شہرت صاحب) کہ شاگرد رشید حکیم صاحب موصوف ہستند از دہلی بہ حیدرآباد وارد بودند موجود بود، علیحدہ انتخاب نمودہ شد (مجمع الانتخاب: ۹۶)۔

۵۔ مجموعۂ نغز: "ولے رنجور"۔ سرور کی روایت آزردہ کی روایت کے مطابق ہے۔

۶۔ مجموعۂ نغز: کس پیچ سے، کس ڈھب سے۔

۷۔ ایضاً: یرلو ۸۔ ایضاً: رشک

۹۔ ایضاً: سب

فرحت ص ۶۳

۱۔ قاسم نے ۱۲۲۱ھ کے لگ بھگ انھیں "نوجوان" لکھا ہے۔ کریم الدین لکھتے ہیں کہ قریب بارہ برس کے گزرے کہ لکھنؤ کو چلا گیا ہے (تذکرہ: ۴۹۴)۔ بظاہر سالِ ترتیب تذکرہ ۱۲۶۳/۱۸۴۷ء تک زندہ تھے۔ سرور نے صرف ایک فرحت کا ذکر کیا ہے جو میر عزت اللہ عشق کے شاگرد تھے۔ اور ان کا نام اس نے میر فرحت علی لکھا ہے (تذکرہ: ۴۹۲)۔ اگر یہ دوسرے فرحت نہیں ہیں تو قریب بہ یقین ہے کہ ان کا نام میر ابر علی ہی تھا جیسا کہ قاسم نے لکھا ہے۔

۲۔ مجموعۂ نغز: سوز   ۳۔ اضافہ از مجموعۂ نغز

فرہاد   ص ۶۳

۱۔ ظاہراً تذکرۂ سرور کی ترتیب کے وقت زندہ تھے۔ مصحفی لکھتے ہیں: "مردماں شاگرد میر حسنش گویند، امّا خود کمتر اقرار می کند، غالباً در ابتداء شاگرد باشد، حالا بقوتِ خود می گوید" (ریاض الفصحا: ۲۵۳)

فغاں   ص ۶۴

۱۔ تذکرۂ ہندی: عرف کوکر خاں۔۔ بہ نسبتِ شاگردی بہ قیم کار رساند۔۔ از شاہجہاں آباد بر آمدہ۔۔ معرفتِ میر محمد نعیم کہ ہم مکتبِ ایشاں بود، بملازمتِ نواب شجاع الدولہ رسیدہ یکے از مقربان گردید۔ در جہاں نزدے رونقے نواب وزیر رنجش را در عالم اختلاط بہ فلس سوختند۔۔ و آخر بر ہمیں حرکت آزردہ شدہ بطرف عظیم آباد رفت و در سرکار راجہ رام نراین به منصب پیشگی پیش آمدہ، اقتدار کلی بہم رسانیدہ بود۔۔۔ ہمانجا زندگانی را جواب داد" سال وفات ۱۱۸۶ھ۔ ان کی قبر محلہ ڈھولپورہ پٹنہ سیٹی میں ہے اور سنگِ مزار پر مفتون (؟ حکیم ابو الحسن) کا لکھا ہوا قطعۂ تاریخ منقوش ہے:

> کوکر خاں آں بہار باغ سخن   سوئے خلدِ بریں ز دنیا رفت
> کرد مفتوں چو فکر تاریخش   گفت ہاتف: "سرودِ دلہا رفت"
> (۱۱۸۶)

۲۔ احمد شاہ ۱۱۶۱ھ میں تخت پر بیٹھے اور یکشنبہ ۱۰ شعبان ۱۱۶۷ھ کو قید ہوئے۔

۳۔ برائے دیوان رجوع حواشی تذکرۂ حیدری ۹۹۔

۴۔ مجموعۂ نغز: سناہے یوں۔

فقیر   ص ۶۴

۱۔ تذکرۂ سرور اور مجموعۂ نغز کی ترتیب کے وقت زندہ تھے، لیکن گلشن بے خار کی ترتیب (تقریباً ۱۲۵۰ھ) کے وقت فوت ہو چکے تھے۔

۲۔ از شعرائے تختِ سلطانی و سخن سنجان بار یافتگانِ حضورِ پرنورِ خاقانی (مجموعۂ نغز ۲: ۸۲)

قائمؔ   ص ۶۴

۱۔ اگرچہ قائم نے خود بھی یہی نام اپنے تذکرے مخزن نکات میں لکھا ہے، لیکن دراصل یہ ان کا عرف تھا، صحیح نام محمد قائم تھا۔ اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ ان کے والد کا نام محمد ہاشم اور دادا کا محمد اکرم تھا (دستور الفصاحت: ۴۹) نیز ان کا سجع تھا:

از ازل تا بہ ابد نام محمد قائم۔ وفات ۱۲۰۸ھ میں رامپور میں ہوئی اور وہیں نواب محمد یار خاں کے مقبرے کے متصل مدفون ہیں۔

۲۔ مجموعۂ نغز: در آخرہا قاضی قصبۂ ٹانڈہ شدہ۔

۳۔ ۔۔۔ بہ ہدایت الزخاں ہدایت (رسانیدہ)۔۔ بعد چندے بجناب۔۔ خواجہ میر درد۔۔ توسل جست و از مرثیِ قدیم انحراف ورزید۔۔ بہر حال در آخر حال بخدمت۔۔ مرزا۔ سودا در پیوست و بنا بر خباثتِ اصلی از شاگردیش ہم پہلو تہی نمود و مرزا ساقی نامہ در ہجوش گفتہ کہ بعد انابت در رجوع قسم ایں ہجو را بنام شاہ عرفیاں فوقی قرار دادہ۔ (مجموعۂ نغز ۲: ۸۲–۸۳)۔ دیوان قائم کے سلسلے میں تفاصیل کے لیے رجوع کیجیے حواشی تذکرۂ حیدری ۱۰۰۔ یہاں اس امر کا اظہار ضروری ہے کہ پروفیسر اقتدا حسن نے مخزن نکات مرتب کر کے لاہور سے شائع کر دیا ہے۔

۴۔ اس کے بعد کے اوراق نسخۂ کیمبرج سے غائب ہیں۔